



آدھ رات

نجمہ مودی

حادثات و سانحات سفر حیات میں اس رہبر کا کردار ادا کرتے ہیں جو بہ ظاہر تو ظالم و سفاک نظر آتا ہے لیکن درحقیقت اس کی سخت گیری راہ کی دشواریوں کے مقابل صف آرا ہونے کا سلیقہ سکھاتی ہے۔ زندگی میں پیش آنے والے بعض حادثے ہی انسان کو اپنی حقیقی منزل تک پہنچنے میں مدد دیتے ہیں۔ یہ بھی ایک ایسے ہی انسان کی کہانی ہے جس کی زندگی کا رخ ایک حادثے نے بدل دیا تھا۔

سُرخ زری کے اسرار و راز سے آراستہ ایک دلچسپ تحریر

میں تو فون ہی نہیں تھا۔ آنکھیں کھولنے کے لیے نہ جانے کیوں مجھے خاصی کوشش کرنا پڑی۔ میری نظروں کے سامنے مٹیا لے سے رنگ کی چھت ہونی چاہیے تھی لیکن میں نے اپنے آپ کو جس چھت کے نیچے لیٹے پایا اس پر نیا اور ہموار پیٹ چمک رہا تھا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی یک لمخت ہی خاموش ہو گئی اور میں گویا سکوت سے گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ میں باہر آنے جانے کے لباس میں تھا اور بیڈ کے بجائے ایک صوفے پر دراز تھا۔ ریشمی پردوں کے درمیان سے سورج کی کرنیں اندر آ رہی تھیں۔ کمرے میں سجا ہوا فرانسیسی طرز کا فرنیچر بھی مجھے بتا رہا تھا کہ میں اپنے اپارٹمنٹ میں نہیں ہوں۔ پھر گویا دھیرے

گھنٹی کی آواز میرے خوابیدہ اعصاب کو جھنجھوڑ رہی تھی۔ نیند کی حالت میں یہ آواز گویا میرے کانوں کو چھیدتی ہوئی گزر رہی تھی۔ علوت کے مطابق میں نے آنکھیں بند ہی رکھتے ہوئے اندازاً ہاتھ بڑھایا کہ ٹیبل کلاک کا الارم والا سوچ آف کر دوں لیکن جہاں میرے خیال میں تپائی ہوئی چلہیے تھی، وہاں میرا ہاتھ ہوا میں جھول کر رہ گیا۔

پھر میرے دماغ کے دھیرے دھیرے بیدار ہوتے ہوئے غلیوں نے مجھے احساس دلایا کہ وہ الارم کی نہیں بلکہ ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز تھی اور یہ بلاشبہ بڑی عجیب بات تھی کیونکہ میرے اپارٹمنٹ

مشکل تھا جب کہ اس وقت میری ناک بھی ذہن ہی کی طرح تقریباً ناکام محسوس ہو رہی تھی۔

دفعاً دروازے پر دستک ہوئی اور میں نے جلدی سے گلاس تپائی ہر کھڑا۔ دستک دوبارہ دی گئی۔ اس بار اندازاً بے تابانہ تھا ساتھ ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ ”مس بیٹلے! کیا آپ اندر موجود ہیں؟“ میں اس وقت تک کسی سوال کا جواب دینے کے موڈ میں نہیں تھا جب تک خود مجھے چند سوالوں کے جوابات نہ مل جاتے۔ میں ویز فابین پر بے آواز قدموں سے چلتا ہوا کچن میں چلا گیا۔ باہر مس بیٹلے کو پکارنے والے کے لہجے میں اب اضطراب جھلک آیا تھا۔ میں جب تک کچن کے راستے قطعی دروازے پر پہنچا تب تک سامنے والے دروازے کے تالے میں چابی گھومنے کی آواز سنائی دینے لگی تھی۔ میں دروازہ کھول کر تیزی سے عقبی سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔

دو منزلوں کی سیڑھیاں اتر کر میں نے اپنے آپ کو ایک راہبہ میں پایا۔ دائیں طرف لائنڈری روم تھا۔ میں نے بائیں طرف کا دروازہ کھولا تو سامنے اندر گراؤنڈ گیلری نظر آیا۔ ایک شخص کو میں نے پیپ کے ذریعے ایک کار کو گریس دیتے دیکھا۔ میری آہٹ سن کر اس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ میں اس کے سامنے سے گزر کر گیلری عبور کر کے عقبی گلی میں نکل آیا۔

میں گھوم کر سامنے والی گلی کی طرف چل دیا۔ راستے میں ایک جگہ رک کر میں نے اپنے اٹانے، کا جائزہ لیا۔ سگریٹ کا آدھا پیکیٹ اور ایک ہفتے کی تنخواہ کا بیشتر حصہ میری جیب میں موجود تھا جو کچھ زیادہ نہیں تھا۔ ایک شپنگ کلرک کی تنخواہ ہی کیا ہوتی ہے۔ جس عمارت سے میں نکلا تھا وہ ایک پھاڑی پر واقع تھی۔ یہ مہنگے اور پر تعلیش اپارٹمنٹ پر مشتمل ایک بلند و بالا عمارت تھی جس کے سامنے درختوں سے گھری ہوئی خوبصورت سڑک بل کھاتی نشیب میں جا رہی تھی۔ یہ شمالی کیرفورنیا کے آسودہ حال لوگوں کا علاقہ تھا سڑک کے کنارے ایک درخت ہی کے نیچے میں نے گزشتہ شب اپنی کادہا رک کی تھی۔ لیکن اب وہ جگہ خالی نظر آ رہی تھی۔ غالباً ہنری میسرز ہی میری کادہ بھی لے گیا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں اسے کو سا اور نشیب کی طرف چل دیا۔

لاس اینجلس کے نواح کا یہ علاقہ مہنگے ناٹ کلبوں، اعلیٰ دستوں، آرٹ گیلریوں اور اسی قبیل کی دیگر چیزوں سے بھرا ہوا تھا۔ اندرون شہر کا مجھ جیسا متوسط بلکہ نچلے طبقے کا نوجوان یہاں اجنبی سا لگ رہا تھا ایک ٹیکسی ریگتی ہوئی میرے قریب سے گزری لیکن میں اسے نظر انداز کر کے بس اسٹاپ کی طرف بڑھ گیا ٹیکسی ڈرائیور کو یاد رہ سکتا تھا کہ اس نے فلاں وقت فلاں جیلے کے آدمی کو یہاں سے ٹیکسی میں بٹھایا تھا جبکہ بس ڈرائیور کے لیے ایسی باتیں یاد رکھنا ممکن نہیں تھا۔ اور میں فی الحال بس ڈرائیور کے لیے رہنا چاہتا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ کوئی مجھے یاد

دھیرے مجھے باتیں یاد آنا شروع ہوئیں اور میں نے بے اختیار ہنری میسرز کو پکارا، لیکن کوئی جواب نہ آیا۔

بالآخر میں اٹھ کھڑا ہوا لیکن اس کوشش میں منہ کے بل گرتے گرتے بچا۔ میرے پیٹ میں گریہیں سی پڑ رہی تھیں اور کھوپڑی گویا غبارے کی طرح ہلکی ہو کر ہوا میں تیر رہی تھی۔ آنکھوں کو کھلا رکھتے ہوئے میں نے گھڑی دیکھی۔ صبح کے گیارہ بج رہے تھے۔ ہنری میسرز نے مجھے جو آخری جام پلایا تھا شاید اسی نے میرا خانہ خراب کیا تھا۔

مجھے سامنے ایک بند دروازہ نظر آیا اور میں رگڑ کھڑا ہوا اس کی طرف چل دیا تاکہ ہنری میسرز کو تلاش کر کے اس سے پوچھ سکوں کہ آخر میری یہ حالت کیونکر ہوئی تھی۔ ناب گھما کر میں نے دروازہ کھولا تو اتنے لمبے چوڑے اور جھالروں والے ریشمی پردوں میں الجھ کر رہ گیا جو کئی پرانے بحری جہازوں کے بادبان تیار کرنے کے لیے کافی تھے۔ پردوں سے نکل کر میں کمرے میں پہنچا تو مجھے وہ لڑکی دکھائی دی۔ وہ جالی دار سائبان سے ڈھکے ہوئے اس بستر پر آڑی تر جھی پڑی تھی۔ اس کے چہرے کا بیشتر حصہ اس کے سنہرے بالوں سے چھپا ہوا تھا لیکن یا قوتی ہونٹ اس انداز میں پھیلے ہوئے نظر آ رہے تھے جیسے ان پر آخری چیخ بھی ادھوری رہ گئی ہو۔ اس کے پیروں میں ابھی تک سنہرے سینڈل موجود تھے۔

میں نے اپنی مختصر سی زندگی میں اب تک صرف دو لاشیں دیکھی تھیں لیکن اب یہ تجربہ بڑھ کر تین لاشوں پر محیط ہو گیا تھا۔ اس لیے کوئی شک نہیں تھا کہ لڑکی مر رہی تھی۔ میں جلدی سے اس کمرے سے نکل آیا اور گزشتہ رات کا خمار ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کرنے لگا۔ پہلے تو میں نے اپنے آپ کو تسلی دینے کی کوشش کی کہ یہ سب کچھ ڈاؤن خواب ہے۔ لیکن میرے شعور نے غم کے کھانے سے انکار کر دیا۔ بیڈ پر موجود لڑکی کی لاش حقیقی تھی۔ لیکن میں..... اسکاٹ لیٹر ڈنامی ایک شریف اور امن پسند امریکی نوجوان ایک لاش کے پاس کیا کر رہا تھا؟ قتل جیسے معاملات سے تو میرا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا تھا۔ بلکہ میرا تو اس اپارٹمنٹ سے بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔

یہ میرے ایک شناسا ہنری میسرز کا اپارٹمنٹ تھا اور گزشتہ شب جب وہ مجھے یہاں لایا تھا تو یہاں کوئی لڑکی موجود نہیں تھی، یا کم از کم مجھے نظر نہیں آئی تھی۔ اب مجھے یہ بھی صحیح طور پر یاد نہیں تھا کہ جب میں یہاں آیا تھا تو بیڈ روم کا دروازہ بند تھا یا کھلا؟ میں اپنی دانست میں زیادہ دیر یہاں نہیں رہا تھا۔ ہم یہاں بس ایک آدھ ڈرنک کے لیے آئے تھے۔

ڈرنک کا خیال آیا تو میرے ذہن میں کھٹکا سا ہوا۔ میں اس تپائی کے قریب پہنچا جس پر میرا گلاس ابھی تک رکھا ہوا تھا اور اس میں تھوڑی سی شراب بھی باقی تھی۔ شاید اس آخری ڈرنک میں کچھ تلا یا گیا ہو۔ میں نے گلاس اٹھا کر سونگھا لیکن محض سونگھ کر کچھ معلوم کرنا بہت

رکھ سکے۔

پس کے انتظار کے دوران میں نے سائرن بجاتی ہوئی ایک پولیس کار کو شڑک کا موڑ کاٹتے دیکھا۔ وہ اسی عمارت کی طرف جا رہی تھی جس سے میں نکلا تھا۔ میرے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی لیکن پھر میں نے اپنے آپ کو تسلی دی کہ ایک بار اس علاقے سے نکلنے کے بعد میری پوزیشن صاف تھی۔ وہ اپارٹمنٹ، سٹری میزز کا تھا۔ لاش کی موجودگی کی وضاحت کرنا بھی اسی کی ذمہ داری تھی، میری نہیں۔ میں ایک سگریٹ سلگانے لگا لیکن اسی لمحے مجھے ایک خیال آیا اور جلتی ہوئی تیلی میرے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی۔ میں اس اپارٹمنٹ میں نہ جانے کتنی چیزوں پر اپنی انگلیوں کے نشانات چھوڑ آیا تھا۔ یہ اس اپارٹمنٹ میں میری موجودگی کا ایک خطرناک ثبوت تھا۔ پس میں بیٹھ کر شہر واپس آتے وقت بھی میں کافی پریشان رہا۔ کل تک میں ایک خوش قسمت نوجوان تھا کہ مجھے کوئی پریشانی لاحق نہیں تھی۔ آج میں گردن تک اپنے آپ کو پریشانی کی دلدل میں دھنسا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

میں کھلنڈر قسم کا آدمی تھا۔ کالج کے زمانے میں فٹ بال کا بہترین کھلاڑی رہا تھا۔ لڑکیاں لڑکے سبھی مجھے پسند کرتے تھے۔ پریشانیوں سے میرا کوئی خاص واسطہ نہیں رہا تھا چنانچہ ان سے نمٹنے کا بھی مجھے کوئی خاص تجربہ نہیں تھا۔ شینگ کلرک والی ملازمت بھی میں عارضی طور پر کر رہا تھا۔ درحقیقت میں نے فوج میں کمیشن کے لیے درخواست دی ہوئی تھی اور جواب کا انتظار کر رہا تھا۔ میں جب اپنے اپارٹمنٹ ہاؤس کے قریب پہنچا تو سوچ خاصا سفر طے کر چکا تھا۔ یہ پرانی اور سال خوردہ عمارت اس عمارت سے بہت مختلف تھی جہاں سے میں آ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ عمارت کے سامنے شڑک کے دوسری طرف ایک کار کھڑی تھی جس میں دو آدمی موجود تھے۔ وہ یقیناً سادہ لباس میں پولیس والے تھے۔

میں بیڑھیاں چڑھ کر تیسری منزل پر پہنچا تو پانک ہی میں نے اپنے اپارٹمنٹ سے ایک پولیس والے کو نکلنے دیکھا۔ میں یہ پوچھنے کے لیے نہیں رکا کہ وہ میرے اپارٹمنٹ میں کیا کر رہا ہے۔ بلکہ میں بقیہ بیڑھیاں بھی پھلانگتا ہوا مزید اوپر چڑھتا چلا گیا۔ سب سے اوپر کی منزل پر ایک لمحے کے لیے رک کر میں نے بیڑھیوں کی طرف مڑ کر دیکھا۔ ان دو آدمیوں میں سے بھی ایک بیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا جنہیں میں نے باہر کار میں دیکھا تھا۔

میں بیڑھیوں کا دروازہ کھول کر چھت پر آ گیا۔ دوڑ کر میں چھت کے کنارے تک پہنچا اور نیچے جھانک کر دیکھا۔ ہوا کی آمدورفت کا نظام درست رکھنے والا صرف ایک پائپ چھت سے نیچے زمین تک جا رہا تھا اور عقبی دروازے جڑا ہوا تھا۔ میں نے تن بہت قدر ہو کر اس کے سہارے نیچے اترنا شروع کر دیا۔ لیکن دو

منزل نیچے اترنے کے بعد مجھے خیال آیا کہ یہ تو فرار کا کوئی معقول راستہ نہیں تھا۔ عین ممکن تھا کہ کار والا دو سرا آدمی عقبی گلی کی نگرانی کرنے کے لیے کوئے پر آ کر چھپا کھڑا ہو۔

یہ عمارت دوسری عمارتوں کی نسبت زیادہ پرانی تھی۔ مجھ سے ذرا دور محرابی سی دو کھڑکیاں اور چھوٹی سی بالکونی نظر آرہی تھی۔ میرے ہاتھ چھل چکے تھے۔ میں نے پائپ میں ایک جگہ پاؤں پھنسا کر اپنا دروازہ نکالا اور باری باری ہاتھوں سے رستا ہوا خون پونچھ کر دروازہ مال نیچے گلی میں پھینک دیا کہ شاید اسے پاکر پولیس والے سمجھیں کہ میں گلی میں اتر آیا تھا اور کسی طرح فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

پھر میں نے پنجوں کے بل اس بالکونی میں چھلانگ لگا دی۔ بالکونی لمبی سا خوردہ تھی کہ مجھے اندیشہ تھا، اس سمیت زمین پر نہ پہنچ جاؤں۔ لیکن مدد شکر کہ وہ اپنی جگہ قائم رہی اور دو محرابی کھڑکیوں میں سے ایک مجھے کھلی ہوئی مل گئی جس کے راستے میں اندر چلا گیا۔ یہ اپارٹمنٹ میرے اپارٹمنٹ جیسا ہی تھا۔ نمایاں فرق یہ تھا کہ یہاں لکھنے پڑھنے کی میز اور موٹی موٹی کتابوں سے بھری ہوئی ایک الماری بھی موجود تھی۔ غسل خانے میں پانی گرنے کی آواز بتا رہی تھی کہ لیکن گھر پر ہی موجود تھا۔ سامنے کمرے پر ایک مردانہ نیکرٹکی ہوئی تھی۔ میں اس کا سائز دیکھ کر اندازہ لگانے لگا کہ اس جسامت کے آدمی سے نمٹنے میں مجھے زیادہ وقت تو پیش نہیں آئے گی۔

دفعاً ہاتھ دروازہ کھلا لیکن میرا ہاتھ وار کرنے کے لیے اٹھا کا اٹھا ہی رہ گیا کیونکہ میرے سامنے ہاتھنگ گاؤں میں ایک لڑکی کھڑی تھی وہ اس وقت شبہم سے دھلے ہوئے پھول کی طرح ترو تازہ نظر آرہی تھی۔ وہ متناسب جسم اور دلکش چہرے کی مالک تھی۔ قد و قامت کے لحاظ سے ذرا مختصر تھی لیکن چہرے کی ساخت سے ارادے کی بچی معلوم ہوتی تھی۔

میرا خیال تھا کہ اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکلے گی لیکن اس نے ایک ٹک میری طرف دیکھنے پر اکٹفا کیا۔ بالآخر اسی نے سکوت توڑا "تم میرے اپارٹمنٹ میں کیا کر رہے ہو؟" کوئی پرمزاج جواب دینے کے لیے یہ ایک نادر موقع تھا لیکن افسوس کہ مجھے ایسا کوئی جواب نہیں سوچا۔ نہایت احمقانہ انداز میں میں نے کہا "شور شرابامت کرنا خاتون! تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

اس نے میری دھمکی کو گویا کوئی اہمیت نہیں دی اور مجھے کمرے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ مجھ سے اجازت لیے بغیر وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی لیکن غنیمت رہا کہ اس نے اپنے آپ کو کمرے میں بند کرنے یا شور مچانے کی کوشش نہیں کی۔ چند لمحے بعد وہ مردانہ لباس میں میرے سامنے تھی۔ کالج کے زمانے سے اب تک مجھے

بہت سی لڑکیوں سے واسطہ پڑا تھا اور میں اپنے آپ کو ان کی درجہ بندی کرنے میں خاصا مابہر سمجھتا تھا لیکن یہ لڑکی میری تمام درجہ بندیوں سے بالاتر نظر آرہی تھی۔

”ہاں تو اب بتاؤ کیا بات ہے؟“ وہ ایک ادائے بے نیازی سے سر جھٹک کر بولی۔

”میں یہ سندرنگ بھی پیش کر سکتا ہوں کہ میں غلطی سے تمہارے اپارٹمنٹ میں آگیا ہوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔“ میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”یہ بلاشبہ ایک عقل مندانہ فیصلہ ہے۔“ وہ اطمینان سے بولی۔

”ایک پولیس والا میرے اپارٹمنٹ میں گھسا ہوا ہے۔۔۔ میرا اپارٹمنٹ اسی بلڈنگ میں تیسری منزل پر ہے۔۔۔ مزید چند پولیس ولے اگلی اور پچھلی گلی میں موجود ہیں۔ وہ سب میری گردن دیوچنے کی فکر میں ہیں۔“ میں نے اسے بتایا۔

”تم خاصے صاف گو مجرم واقع ہوئے ہو۔“ وہ بولی ”تمہارا نام اسکاٹ لیٹرڈ ہے۔ پولیس تمہارے بارے میں پہلے ہی یہاں سے پوچھ گچھ کر کے جاچکی ہے۔ شاید وہ پوری عمارت ہی کے مکینوں سے سوال جواب کر رہے ہیں۔“

پھر اس نے یوں میرا سرتاپا جائزہ لیا گویا کوئی عرب شیخ گھوڑا خریدنے سے پہلے اس کا معائنہ کر رہا ہو پھر وہ مطمئن انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولی ”حلیہ بھی انہوں نے بالکل صحیح بتایا تھا۔ حتیٰ کہ انہوں نے یہ نشانی بھی بتائی تھی کہ اس کے ہونٹوں پر ہر وقت ضرورت سے زیادہ مسکراہٹ کھیلتی رہتی ہے۔“

میرا حلیہ پولیس والوں کو یقیناً عمارت میں صفائی کرنے والی عودت نے بتایا ہوگا۔ اسی کو دیکھ کر میں ضرورت سے زیادہ مسکرایا کرتا تھا لیکن آپ غلط مت سمجھیے گا۔ میرا مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ وہ میرے کپڑے وغیرہ خانے کے لانڈری روم سے ذرا جلدی دھو کر لا دیا کرے۔

”انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ اس وقت تم اسپورٹس کوٹ اور خاکی سی پینٹ میں ہو۔ لڑکی بولی۔ یہ بات پولیس والوں کو یقیناً اس دوسری عمارت کے انڈر گراؤنڈ گیراج میں کام کرنے والے آدمی سے معلوم ہوئی ہوگی جس کے سامنے سے گزر کر میں گلی میں پہنچا تھا۔

”انہیں میرا درست حلیہ مزور معلوم ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں واقعی مجرم ہوں۔“ میں نے کہا۔

”لیکن اس کا یہ مطلب ضرور ہے کہ تم مفروز ہو۔“ وہ سرد لہجے میں بولی۔ اس کے دیکھوں جیسے لہجے نے مجھے پریشان کر دیا تھا۔

”شاید مجھے مفروز قرار دیا جاسکے۔“ میں نے قدرے ناگواری سے کہا ”لیکن میں مداحل ہنری میوز نامی ایک نوجوان کی تلاش میں ہوں۔

اس کے ملتے ہی یہ معاملہ ہو جائے گا جس میں میں الجھ کر رہ گیا ہوں۔۔۔ اور ہاں۔۔۔ تم کم از کم اپنا نام تو مجھے بتا سکتی ہو؟“

”مس جوزفین فیرک۔“ اس نے اپنے مخصوص سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ ”میں جہاں تک سمجھ پائی ہوں اس کے مطابق پولیس کو ایک لڑکی کے قتل کے سلسلے میں تمہاری تلاش ہے۔ تمہارے پاس اپنے دفاع کے لیے کیا ہے؟“

”کچھ بھی نہیں۔“ میں نے بلا تامل جواب دیا ”مجھے اپنے دفاع کی ضرورت ہی نہیں اور اگر ضرورت پڑی بھی تو میں کسی وکیل کی خدمات حاصل کروں گا۔“

”تمہیں وکیل کی خدمات میسٹر آجی ہی مسٹر اسکاٹ لیٹرڈ! اس نے اپنے ہاتھ بغلوں میں دباتے ہوئے نہایت اطمینان سے کہا۔“ میں نے حال ہی میں انارنی ایٹ لاء کا امتحان پاس کیا ہے اور چند روز قبل ہی مجھے پریکٹس کرنے کا اجازت نامہ ملا ہے۔ میں نے نہانے کے دوران ہی یا تھ روم کے دروازے کی جھری سے نہیں دیکھ لیا تھا اور اسی وقت فیصلہ کر لیا تھا کہ تم میرے پہلے موکل ہو گے۔۔۔ میں ہوں تمہاری وکیل۔“ اس نے بڑے فخریہ انداز میں سینہ ٹھونکتے ہوئے آخری جملہ ادا کیا گویا مجھے کسی اعزاز سے نواز رہی ہو۔

”نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔“ میں نے بے ساختہ تقریباً چلا اٹھا۔ ”میں اپنا وکیل خود منتخب کروں گا اور وہ کوئی عورت نہیں ہوگی۔“ یہ سن کر گویا اس کی کھوپڑی بھک سے اڑ گئی۔ دونوں مٹھکیاں بچھنے کر وہ اٹھی اور مجھ پر جھک کر گھونسا لہراتے ہوئے بولی ”میرے سامنے یہ مردوں کا مخصوص احساس برزری جتانے کی کوشش مت کرنا۔ میں کسی مرد وکیل سے کم نہیں ہوں۔ میں بھی اتنی ہی اہلیت کی مالک ہوں۔ بار کی معزز رکن ہوں۔ آئندہ کے لیے تم یہ خیال ذہن سے نکال دو کہ میں ایک عورت ہوں۔“

”یہ تو بڑا مشکل کام ہے۔“ میں نے بے چارگی سے کہا ”تمہیں مردانہ لباس میں دیکھ کر زیادہ شدت سے اور بار بار یہ خیال آتا ہے کہ تم ایک عورت ہو۔“

لیکن وہ گویا میرے تبصرے کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔ ”تمہارے لیے میری خدمات حاصل کرنے کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں۔ اگر میں ابھی اس اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول دوں۔۔۔“ اسے جملہ مکمل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اس کی دھمکی کا مطلب اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ ویسے ایک ٹھیک ٹھاک قسم کی لڑکی اگر خود کو میری وکیل مقرر کرنے پر تلی ہوئی تھی تو میرا اس میں کوئی نقصان بھی نہیں تھا۔ کم از کم اس وقت تک تو اس کی خدمات میرے لیے مفید ہی ثابت ہو سکتی تھیں جب تک میں ہنری میوز کو تلاش نہ کر لیتا۔ ایک بار میں اس کی زبان کھلوا لیتا تو پھر مجھے وکیل کی ضرورت ہی نہ رہتی۔

”مردہ پائی گئی...“

”عودت کا اپارٹمنٹ!“ میں چلا اٹھا۔ لیکن ہنری میئر نے تو مجھے بتایا تھا کہ وہ اس کا اپارٹمنٹ ہے!“

ٹی وی نیوز کا سٹرک رپورٹر تھی۔ ”...مقتولہ کو کپڑے بٹیلے کے نام سے شناخت کیا گیا ہے۔ وہ ایک مقامی نائٹ کلب میں ڈانس کرتی تھی...“

اب مجھے یاد آیا کہ کپڑے بٹیلے میرے لیے مکمل طور پر اجنبی تھے۔ نہیں تھی۔ گزشتہ رات ہنری میئر نے ہی نے تو مجھے پرائیویٹ کلب ڈینیگوشن کا لوٹی، میں اس سے متعارف کرایا تھا۔ لیکن مردہ حالت میں میں اس کا چہرہ صمیم طور پر نہیں دیکھ سکا تھا۔

نیوز کا سٹرک رپورٹر بتایا کہ کپڑے بٹیلے کے کاروباری ایجنٹ نے فون پر اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن جب کسی نے فون نہیں اٹھایا تو اسے تشویش ہوئی اور اس نے عمارت کے مینجر کو فون کر کے کپڑے کے بارے میں پتا کرنے کے لیے کہا جو بالآخر اپنی ڈپلیکیٹ چابی کے ذریعے اپارٹمنٹ میں داخل ہوا اور اسے وہاں کپڑے کی لاش ملی۔ پولیس کو ایک مشکوک نوجوان کی تلاش تھی جسے اپارٹمنٹ ہاؤس سے نکلے دیکھا گیا تھا۔ جائے واردات کے قریب ہی ایک لاوارث کار بھی کھڑی ملی تھی۔ نیوز کا سٹرک رپورٹر ان الفاظ کے ساتھ ہی میری پرانی سی شیور لیٹ اسکرین پر نمودار ہوئی جس کے قریب ایک باوردی سپاہی موجود تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ کار وہاں نہیں کھڑی تھی جہاں میں نے اسے پارک کیا تھا۔

”اب مجھے اس بات پر حیرت نہیں رہی کہ انہوں نے اتنی جلدی میرا سراغ کیونکر پایا!“ میں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

”دو پولیس والوں کو میرا نام پتا وغیرہ میری کار کی رجسٹریشن بک سے مل گیا ہو گا۔“

نیوز کا سٹرک رپورٹر نے دوسری خبریں شروع کیں تو جوزفین ٹی وی بند کر کے ہوئے بولی۔ ”یہ کیس اتنا سیدھا سادہ بھی نہیں جتنا میں سمجھ رہی تھی۔ خیر... تم یہ بتاؤ کہ ہنری میئر کے ساتھ تمہیں اور کہاں کہاں جانے کا اتفاق ہوا تھا؟“

میں نے اسے ایک تفریح گاہ ’لائف لائن‘ کے بارے میں بتایا جو ساحل کے قریب واقع تھی۔ وہاں زیادہ تر ویسے ہی لوگ آتے تھے جیسے ہنری کے ساتھ یونیورسٹی میں نظر آتے تھے۔ میں نے ان میں سے کسی کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی تھی البتہ اس چھوٹے سے پرائیویٹ کلب کے مالک کا معاملہ ذرا مختلف تھا۔

”وہ شخص پکا بد معاش معلوم ہوتا تھا۔“ میں نے کہا۔

”اس کا وزن کم از کم تین سو پونڈ ہو گا۔ جھاڑ جھنکار ڈال دے اور بڑی سی ٹونڈ تھی۔ اسے غالباً یہ غلط فہمی ہو گئی تھی کہ میرے

میں جوزفین فیرک کو اندازہ ہو گیا کہ میں ہتھیار ڈال چکا ہوں تو وہ خالص وکیلوں والے انداز میں کمرے میں ٹپکتے ہوئے بولی۔

”دوب سے پہلے تم مجھے وہ سب کچھ بتا دو جو تمہیں اس لڑکی کی موت کے سلسلے میں معلوم ہے۔“

اس سوال کا جواب دینے میں مجھے زیادہ دیر نہیں لگی کیونکہ مجھے کچھ زیادہ معلوم ہی نہیں تھا۔ میں خاموش ہوا تو وہ بولی۔ ”اور اب مجھے ہنری میئر کے بارے میں بتاؤ۔“

ہنری میئر کے بارے میں بتانے میں کچھ دیر لگی۔ میں نے اسے بتایا کہ ہنری میئر، یونیورسٹی میں میرے ساتھ پڑھتا تھا۔ وہ ایک دہلا پتلا سا امیر زادہ تھا۔ نئے ماڈل کی جیگوار میں آتا تھا۔ عام طور پر وہ بڑے عجیب عجیب اور پراسرار سے بارش نوجوانوں کے ساتھ نظر آتا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ مجھ جیسے نوجوانوں سے بھی دوستی رکھنا پسند کرتا تھا جو فٹ بال کے اچھے کھلاڑی ہونے کی وجہ سے یونیورسٹی میں ہیرو کی سی حیثیت رکھتے تھے۔ اسے جب معلوم ہوا کہ گرمیوں کے دوران مجھے ملازمت کی ضرورت ہے تو اس نے یہاں لاس اینجلس... میں اپنے باپ کی فیکٹری میں مجھے ملازمت دلوا دی۔ اس فیکٹری میں انجینئرنگ وغیرہ کا سامان تیار ہوتا تھا۔

”اس کا مطلب ہے کہ وہ تمہارا قریبی اور گہرا دوست نہیں ہے۔“

جوزفین بولی۔

”نہیں۔“ میں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”دو ایک مرتبہ ہم اکٹھے سیر و تفریح کے لیے گئے ہیں۔ وہ خود بھی اپنے باپ کی فیکٹری میں کچھ کام کر رہا تھا۔ کل وہ کام پر آیا تو اس کے پاس کار نہیں تھی۔ میں اسے اپنی کار میں ’فل مون‘ لے گیا۔ یہ ایک چھوٹی سی تفریح گاہ ہے جس کا مجھے علم ہے۔ اس کے بعد ہم شہر کے نواح میں واقع ایک پرائیویٹ کلب میں گئے۔ پھر اس نے کہا کہ وہ اپنے اپارٹمنٹ جانا چاہتا ہے۔“

”تم نے اس دوران کتنی پی تھی؟“ اس نے وکیلوں والے پیشہ ورانہ لہجے میں پوچھا۔

”دو جام ’فل مون‘ میں پیے تھے۔ ڈینیگوشن کا لوٹی میں ایک اور پہلا۔ یہ اس پرائیویٹ کلب کا نام ہے جس کا میں نے ذکر کیا تھا۔ اس کے بعد اپارٹمنٹ میں آکر بھی میں نے دو جام پیے۔ آخری جام میں ضرور کچھ ملا ہوا تھا۔“

اس نے مزید چند لمحے چہل قدمی کی پھر ٹیبل کلاک میں وقت دیکھا اور ٹی وی آن کرتے ہوئے بولی۔ ”خبروں کا وقت ہو رہا ہے۔ شاید ہمیں کیس کے بارے میں کچھ اور معلومات حاصل ہو سکیں۔“

خبروں میں لڑکی کے قتل کو زیادہ اہمیت نہیں دی گئی تھی۔ اس کا تذکرہ موسم کی رپورٹ کے بھی بعد میں آیا۔ ”آج صبح مغربی لاس اینجلس کے علاقے میں ایک نوجوان عودت اپنے اپارٹمنٹ میں

ہنری میزنگاہت قریبی اور گہرا دوست ہوں اس لیے اس نے بڑی بے تکلفی سے مجھ سے باتیں شروع کر دی تھیں۔ اسے جب معلوم ہوا کہ میں فوج میں جا رہا ہوں تو وہ فوراً بولا کہ فوجی آفیسر کے طور پر تو میں انقلابی مقاصد کے لیے بہت کارآمد ثابت ہو سکتا ہوں۔

جوزفین کی آنکھیں قدرے پھیل گئیں ”تمہارا مطلب ہے کمیونسٹوں کے انقلابی مقاصد۔۔۔“

”ظاہر ہے یہی مراد تھی اس کی“ میں نے کندھے اچکا کر کہا۔ ”بات جب میری سمجھ میں آئی تو میں نے اسے برا بھلا کہا۔ بات بڑھ گئی۔ میں نے اس کے جڑے پر گھونسا رسید کر دیا۔ وہ کسی بیٹھنے سے کم نہیں تھا۔۔۔ پھر دوسرے لوگ بھی مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے میری اچھی خاصی پٹائی کر دی۔ میں واپس گھر آ گیا۔۔۔ لیکن اس جھگڑے سے پہلے اس بن مانس نے مجھے ایک کارڈ دیا تھا۔ میں نے پرس سے وہ کارڈ نکال کر جوزفین کو دکھایا۔

کارڈ تقریباً سادہ ہی تھا۔ صرف ایک کونے پر ہاتھ سے ایک ٹیلیفون نمبر گھسیٹا گیا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر نمبر پڑھ رکھے ہوئے فون پر وہ نمبر ڈائل کیا اور ریسپورکان سے لگایا پہلے گویا بہت دو کہیں مدہم سی گھنٹی بجی پھر کلک کی ہلکی سی آواز کے بعد ایک مردانہ آواز سنائی دینے لگی جو بلاشبہ ریکارڈ شدہ تھی ”امریکیو! جاگو۔۔۔ خواب غفلت سے آنکھیں کھولو۔ تمہیں ایک بے مقصد اور احمقانہ عالمی جنگ میں گھسیٹا جا رہا ہے۔ تمہارے بیٹوں اور بھائیوں کو سیاسی لالچ کی بھیڑ چڑھایا جا رہا ہے۔ دنیا کے مختلف حصوں میں امریکی فوجی دستے معصوم اور بے گناہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں۔ وہ معصوم لوگ جن کا واحد جرم یہ ہے کہ وہ اپنے ملکوں میں سماجی اور سیاسی آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جاگو امریکیو! جاگو۔۔۔!“

میں نے ریسپور جوزفین کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے ناگوارانہ سے چند لمحے وہی پیغام سنا اور ریسپور کر پڈل پر رکھ دیا۔

”مجھے تمہاری بات کا یقین آ گیا۔“ وہ دوبارہ چیل قدمی شروع کرتے ہوئے بولی۔ پھر گویا اسے کوئی خیال آیا اور وہ رک کر بولی۔ ”تمہ نے بتایا تھا کہ تم انجینئرنگ کا سامان تیار کرنے والی فیکٹری میں کام کرتے ہو۔ کیا اس فیکٹری میں سرکاری کام بھی ہوتے ہیں؟“

میں اس کا مطلب سمجھ گیا۔ میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”سرکاری کام تو وہاں ہوتے ہیں لیکن میری اس کمپنی میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ میں تو شہر میں واقع ان کے ایک گودام پر ہوتا ہوں اور معمولی سا شینگ کلرک ہوں۔ کبھی کبھار میں ڈلیوری

لے کر پلانٹ پر جاتا ہوں تب بھی مجھے اندر جانے کا موقع نہیں ملتا۔ مجھے نہیں معلوم کہ حکومت کے لیے وہاں کیا تیار ہوتا ہے۔“ ہر حال ہم اس زادے کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ وہ پھر خیال انداز میں انگلیوں سے میز کو کھٹکھٹاتے ہوئے بولی ”لیکن سر دست ہمارے لیے ہنری میزنگ کو تلاش کرنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔“

میں نے ڈائریکٹری میں ہنری کا فون نمبر تلاش کر کے ڈائل کیا لیکن رابطہ قائم ہونے سے پہلے جوزفین نے ریسپور میرے ہاتھ سے لے لیا یہ تمہاری وکیل ہونے کی حیثیت سے پہلے میں بات کروں گی۔“

اس نے کسی سے بات کی لیکن جلد ہی ریسپور رکھ دیا اور میری طرف مڑتے ہوئے بولی ”ہنری گھر پر نہیں ہے۔ کوئی نوکر بول رہا تھا جس کا لیمو غیر ملکوں والا تھا۔“ پھر وہ ٹھکے ٹھکے لہجے میں بولی ”فی الحال تو بہترین محسوس ہوتا ہے کہ تمہیں پولیس کے حوالے کر دیا جائے۔“

”یہ کیا کہہ رہی ہو؟“ میں اچھل کر اٹھ کھڑا ہوا ”میں تو سمجھ رہا تھا کہ تم میرے ساتھ ہو!“

”وکیل ایک طرح سے قانون کا نمائندہ بھی ہوتا ہے اپنے مؤکل کی حیثیت سے میں تمہیں مغرور رہنے کی مزید اجازت نہیں دے سکتی۔“

”مجھے اب تم اپنا سابق مؤکل ہی سمجھو۔ میں نے کھڑکی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”ادھر ادھر بھاگے پھرو گے تو پولیس تمہیں شوٹ کر دے گی۔“ اس نے خیر وار کیا۔

”یہ خطرہ مجھے مول لینا ہی پڑے گا۔“ میں نے بالکونی میں نکلتے ہوئے کہا۔ ”تم صرف پانچ منٹ کے لیے اپنے قانون پسند ضمیر کو خاموش رکھنا۔“

میں واقعی بالکونی سے نیچے ایک ٹانگ لٹکانے لگا تو وہ قدرے شکست خوردہ سے لہجے میں بولی ”اچھا میں پولیس کو اطلاع نہیں دوں گی۔ واپس آ جاؤ۔“

مجھے معلوم تھا کہ وہ اپنے ضمیر پر بوجھ ڈال کر یہ فیصلہ کر رہی تھی میں نے کمرے میں واپس آتے ہوئے کہا ”تمہارے ضمیر کی تسلی کے لیے میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہنری میزنگ کو تلاش کرنے کے بعد اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دوں گا۔“

وہ قدرے مطمئن نظر آنے لگی اور بولی ”ان کپڑوں میں تو تم باہر نہیں جا سکتے۔ فی الحال صوفے پر سو جاؤ۔ پھر کچھ کریں گے۔“

”فی الحال میں سونے کے لیے اتنا بے تاب نہیں ہوں۔“ میں

دوسرے سرے سے چند قدم آگے ایک ممرالی سادروازہ نظر آرہا تھا جسے کسی غار سے مشابہت دینے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس دروازے کے دوسری طرف ڈاننگ روم نظر آرہا تھا۔ تمام میزیں خالی پڑی تھیں۔

اب جب کہ میں یہاں آکر بیٹھ چکا تھا تو اپنے آپ کو پریشان اور مضطرب محسوس کر رہا تھا۔ میں کسی سے کیا پوچھنا؟ یہ اس قسم کی جگہ نہیں تھی جہاں ملازمین گاہکوں سے ضرورت سے زیادہ بات کرتے ہیں۔ ابھی میں فیصلہ کرنے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے کہ ایک باوردی ویٹر میرے قریب آن کھڑا ہوا اور دھیمی آواز میں بولا: ”مسٹر ہنری میز آپ سے ملنا چاہتے ہیں،“ میرے دل نے زقذسی لگائی۔ میرا اندازہ درست نکلا تھا۔ میں اسٹول سے اترتا تو ویٹر گویا بطور خاص بولا: ”انہوں نے صرف آپ کو بلایا ہے،“

”ٹھیک ہے،“ میں نے معذرت خواہانہ سی مسکراہٹ کے ساتھ جوزفین کی طرف دیکھا اور ویٹر کے پیچھے چل پڑا۔ ڈاننگ روم کو عبور کر کے وہ ایک گوشے میں پہنچا۔ سامنے کڑی کا مضبوط اور بھاری بھر کم سادروازہ نظر آرہا تھا۔ ویٹر نے دروازے میں بنی ہوئی پتلی سی درز میں ایک کارڈ ڈالا اور کلک کلک کی آوازوں کے ساتھ ایک لمحے کے لیے گویا دروازے کے اندر کوئی میکینزم حرکت میں آگیا۔ اس کے بعد دروازہ محض ویٹر کے اشارے سے کھل گیا۔ سفید قالین سے ڈھکی ہوئی ایک راہداری سے گزرتے وقت میں نے دونوں طرف کمروں کے نیم وادروازے دیکھے جن میں جوئے کی میزیں سجی ہوئی تھیں جو اس وقت خالی تھیں۔ راہداری کے اختتام پر واقع دروازے پر رک کر ویٹر نے دستک دی۔ اس نے ایک لمحے کا انتظار کیا۔ پھر ہلکے سے ایک بزرگی آواز سنا دی۔ تب اس نے دروازے کو ہولے سے دھکیلا۔

اس کے پیچھے پیچھے میں جس کمرے میں داخل ہوا وہ ایک آرائش و پیراستہ دفتر تھا۔ دروازہ میرے عقب میں بند ہو گیا۔ کمرے میں دو آدمی موجود تھے۔ ایک کے جیڑے بلڈاگ جیسے تھے۔ وہ دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ دوسرا میز کے عقب میں بیٹھا تھا۔ ان دونوں میں سے کوئی ہنری میز نہیں تھا۔

میز کے عقب میں بیٹھا ہوا شخص گویا قالین میں دھنسا ہوا تھا۔ صرف اس کی گہنی کھوپڑی اور کار نظر آرہا تھا۔ وہ نہایت ملائم اور شیریں لہجے میں بولا: ”میرا نام ڈیوڈ لٹ ہے۔ میں اس کلب کا مالک ہوں۔“

”بیڑی خوشی ہوئی یہ جان کر،“ میں نے کہا۔ ”ہنری میز کہاں ہے؟“

نے پرس سے کچھ رقم نکالتے ہوئے ہوئے کہا: ”تم میرے لیے ذرا نہ مت کر۔ کسی دکان سے میرے سائز کا ایک ستا سا سوٹ او ہیٹ لا دو۔ تب تک میں یا تمہارے روم میں ذرا اپنا حلیہ درست کر لوں۔“ آدھے گھنٹے بعد میں اپنا حلیہ درست کر چکا تھا اور جوزفین میرے لیے سوٹ اور ہیٹ لاجپن تھی۔ غسل کی وجہ سے تازہ دم ہوئے اور نیا لباس پہننے کے بعد میں نے اپنے آپ کو بہت بہتر محسوس کیا۔ میں نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: ”تمہارے نعاون کا بہت بہت شکریہ۔ میں تم سے رابطہ رکھوں گا۔“

وہ چند لمحے ہونٹ بھینچے غصیلی نظروں سے میری طرف دیکھتی رہی پھر بولی: ”اکیلے ہا ہر جاؤ گے تو جلد ہی پولیس کے ہتھے چڑھ جاؤ گے۔ ہم ایک جوڑے کی طرح نکلیں گے تو پولیس زیادہ توجہ نہیں دے گی۔ اس کے علاوہ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ میرے پاس کار ہے۔“

سواری کا مسئلہ واقعی توجہ طلب تھا۔ لاس اینجلس میں کار کے بغیر آدمی تقریباً ایسا ہی ہوتا ہے جیسے ٹانگوں کے بغیر۔ ایک لمحے کے توقف کے بعد میں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا: ”ٹھیک ہے۔ لیکن تم میرے راستے کی رکاوٹ بننے کی کوشش نہیں کرو گی۔ یاد رہے کہ مجھے ہر حال میں ہنری میز کو تلاش کرنا ہے۔“

عمارت سے نکل کر ہم بخیر و عافیت فٹ پاتھ تک پہنچ گئے گو کہ سامنے ہی پولیس کی ایک گاڑی کھڑی نظر آ رہی تھی۔ جوزفین کی کار گلی کے کونے پر کھڑی تھی۔ میں پک کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے برا سائمن بنا کر چابیاں میری طرف بڑھا دیں۔ کچھ دیر تک میں خاموشی سے کار ڈرائیو کرتا رہا میں فیصلہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے۔ قتل ہونے والی لٹنٹیل، بینگوئن کالونی میں ڈانس تھی اور ہنری نے مجھے وہیں اس سے متعارف کرایا تھا۔ ہنری کی تلاش کا آغاز وہیں سے کیا جاسکتا تھا۔ جوزفین بالکل خاموش اور اکڑی ہوئی سی بیٹھی تھی۔

ہم تقریباً چھ بجے بینگوئن کالونی پہنچے۔ ابھی کلب صبح طوع پر کھلا بھی نہیں تھا۔ دربان بھی نہیں آیا تھا۔ ہم بار کے چمکتے دھمکتے کاؤنٹر پر پہنچے تو وہاں صرف دو آدمی بیٹھے نظر آئے۔ ان میں سے ایک باوردی بار ٹینڈر تھا۔ میں صحیح طور پر پہچان نہیں سکا کہ یہ کل والا ہی بار ٹینڈر تھا یا کوئی دوسرا تھا۔

”دومارٹینی،“ میں نے جوزفین سے اس کی پسند معلوم کیے بغیر ڈرنکس کا آرڈر دیا اور گرگ و پینش کا جائزہ لینے لگا۔ یہ ایک پرائیویٹ کلب تھا لیکن یاد اور ریسٹوران عام لوگوں کے لیے بھی کھلا رہتا تھا۔ باقی حصوں میں صرف میزوں کو جانے کی اجازت تھی۔ کاؤنٹر کے

”ہاں۔ یہ بہت اچھا سوال ہے۔“ وہ اٹھ کر میز کے عقب سے گھوم کر سامنے آگیا۔ اس کے کلب میں ویٹرس اور دوسری لڑکیاں پیٹنگوئن جیسا کاسٹیوم پہنتی تھیں لیکن وہ خود بغیر کاسٹیوم کے ہی پیٹنگوئن نظر آ رہا تھا۔

وہ میز کا سارا لے کر کھڑے ہوتے ہوئے بولا: ”لیکن فی الحال ہنری میز زیادہ اہم نہیں ہے۔ اصل اہمیت اس سوال کی ہے کہ وہ اقرار نامے کہاں ہیں جو کلب کا قرض ادا کرنے کے سلسلے میں لکھے گئے تھے؟“

اس سوال نے ایک لمحے کے لیے میری سٹی گم کر دی۔ اگر میں فوراً ہی لاعلمی کا اظہار کر دیتا تو شاید ڈیوڈ یہیں بات ختم کر دیتا۔ جب کہ میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وقت گزاری کے لیے میں نے ایک سگریٹ سلگائی اور قدرے توقف کے بعد کہا: ”قرض کرو میں کہتا ہوں کہ مجھے نہیں معلوم تم کن افراد ناموں کی بات کر رہے ہو؟“

”تو پھر میں تمہیں جھوٹا قرار دینے پر مجبور ہو جاؤں گا۔“ وہ بلاتامل بولا۔ اس دوران میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو نہیں لیکن محسوس کیا کہ بھاری جیٹروں والا دیوار سے ہٹ کر میرے عقب میں آکھڑا ہوا تھا۔

ایک لمحے کی خاموشی کے بعد میں نے کہا: ”مجھے واقعی نہیں معلوم کہ یہ کون سے اقرار ناموں کا ذکر ہے اور وہ کہاں ہیں؟“ ڈیوڈ لاٹ نے متاستفانہ سے انداز میں پلکیں جھپکائیں اور اداس سے لمبے میں بولا: ”تم تینوں نے اس معاملے کو شروٹ سے ہی الجھا دیا ہے۔ مجھے کافی عرصے سے معلوم تھا کہ کڑ میرے ساتھ دھوکا کر رہی ہے۔ وہ میری گرل فرینڈ تھی لیکن مجھے معلوم تھا کہ اس نے اپنے اپارٹمنٹ کی ایک چابی ہنری میز کو بھی دے رکھی ہے میں نے اس بات کو بھی نظر انداز کر دیا کیونکہ میری کم از کم تیس ہزار ڈالر کی رقم داؤ پر لگی ہوئی تھی اور کڑ جیسی لڑکیاں اس سے کہیں سستی ہوتی ہیں۔ لیکن پھر کڑ کا حوصلہ کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا اور اس نے آخری حدود بھی پار کر لیں۔ اس نے میری تجوی سے اقرار نامے جو دی کر لیے۔“

کمرے میں گہرا سکوت چھا گیا۔ بات کچھ میری سمجھ میں آرہی تھی۔ ہنری یقیناً اس کلب میں جوا کھیلتا رہا تھا اور کلب کا بہت زیادہ مقروض ہو گیا تھا۔ اس قسم کے کلب عموماً امیر زادوں کے لکھے ہوئے ایسے اقرار نامے قبول کر لیتے ہیں جن میں وعدہ کیا گیا ہوتا ہے کہ وہ اتنے عرصے میں رقم ادا کر دیں گے۔ ہنری نے بھی یقیناً ایسے بہت سے اقرار نامے لکھ کر دیے تھے۔ پھر وہ ڈیوڈ کی گرل فرینڈ کے چکر میں بھی پھنس گیا تھا اور اس نے غالباً ہنری کی محبت میں آکر اس کے اقرار نامے ڈیوڈ کی تجوی سے چرا لیے تھے اور اس

دوران مجھے کڑ کے اپارٹمنٹ میں بے ہوش کمرے کے مورفے ہڈوال دیا گیا تھا اور کڑ کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اس زنجیر کی کئی کڑیاں ابھی غائب تھیں۔

میں نے قالیبی سے نظر اٹھا کر ڈیوڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ”تم مجھے اس معاملے میں کس طرح ملوث سمجھ رہے ہو؟“ ”بہت سیدھی سادی وجہ کی بناء پر۔“ وہ دوبارہ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا: ”ہمارے ایک بارٹینڈر نے کل تم تینوں کو کاؤنٹر پر بکبا دیکھا تھا۔ اسی نے ہمیں اطلاع بھجوائی کہ تم آج پھر یہاں نظر آ رہے ہو۔ کل تم کڑ کے اپارٹمنٹ میں موجود تھے۔ پولیس میں میرے اتنے تعلقات ضرور ہیں کہ میں نے اس معاملے کی تشہیر سے پہلے ہی تمہارا حلیہ اور نام وغیرہ معلوم کر لیا تھا۔ تمہارا نام اسکاٹ لیوڈ ہے۔“

میں نے ایک بار پھر بھاری جیٹروں والے کو اپنے عقب میں حرکت کرتے محسوس کیا۔ میرے پیٹ میں کھد بڈی ہونے لگی۔ مجھے معلوم تھا کہ ڈیوڈ اس معاملے سے میری لاتعلقی کو تسلیم نہیں کرے گا۔ میں نے کمزور سے لہجے میں کہا: ”ان افراد ناموں کے بدلے مجھے کیا ملے گا؟“

”نئی زندگی۔“ ڈیوڈ نے ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں جواب دیا۔ اس کے الفاظ میں جو دھمکی پوشیدہ تھی وہ اسے علی حاد پہنائے کا پوری طرح اہل تھا۔ میں نے زیادہ تیز و طرارینے کی کوشش میں یہاں آکر اپنے آپ کو موت کے چنگل میں پھنسا لیا تھا۔

میں نے ایک بار پھر محتاط لہجے میں کہا: ”میں نے ان افراد ناموں کو دیکھا تک نہیں اور نہ ہی ان کے بارے میں کچھ جانتا ہوں۔ ممکن ہے کڑ نے ہنری کو بھی ڈبل کراس کیا ہو اور اقرار نامے وہ اپنے اپارٹمنٹ میں لائی ہی نہ ہو؟“

ڈیوڈ نیم وا آنکھوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ”وکل شام تک وہ اقرار نامے میری تجوی میں موجود تھے۔ کلب بند ہونے کے بعد میں کڑ کو چھوڑنے اس کے اپارٹمنٹ تک گیا تھا۔ راستے میں ہم کہیں نہیں رُکے۔“ پھر وہ ایک دم میز پر جھکتے ہوئے بولا: ”مجھے اس سے کوئی عرض نہیں ہے کہ کڑ کو تم نے قتل کیا ہے یا ہنری میز نے۔ میں تمہیں آج رات بارہ بجے تک کا وقت دے رہا ہوں۔ اس وقت تک اقرار نامے مجھے پہنچا دو۔ ورنہ“ اس نے جملہ مکمل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی لیکن اسی لمحے ہاتھ سے خفیف سا اشارہ کیا۔

میں نے جھکائی دے کر بچنے کی کوشش کی لیکن مجھے تاخیر ہو چکی تھی۔ ایک رلیو الور کا دستہ میری کپٹی سے ٹکرایا اور میں ٹھٹھوں کے بل گر گیا۔ ابھی میں اپنی آنکھوں کے سامنے نمودار ہونے والے

نک کی مہلت دی ہے۔
”لیکن ایسا نہیں ہو سکتا“ وہ بے یقینی سے بولی۔ ”ہم ایک
منڈب معاشرے کے فرد ہیں۔ قانون ہماری حفاظت کے لیے
موجود ہے۔“

میں اس معصومانہ تبصرے پر استہزاء میں انداز میں ہنسنے کے
علاوہ کچھ نہ کر سکا۔ پھر میں نے اُسے بتایا کہ بینگوئن کالونی سے ایک
کار ہمارے تعاقب میں چلی آ رہی ہے۔ جو زفین نے مڑ کر دیکھا اور جب
وہ دوبارہ سیدھی ہو کر بیٹھی تو اس کے چہرے پر تناؤ آچکا تھا۔ اس
کے بعد اس نے قانون کی بالادستی کے بارے میں مزید مکالمے
نہیں کیے۔

میرے پاس تقریباً پانچ گھنٹے تھے۔ اس عرصے میں اگر
میں وہ کاغذات حاصل نہ کر پاتا، لیکن ہنری میسرز کو تلاش کر کے
ڈیوڈ کے حضور پیش کر دیتا تب بھی شاید میرے بچاؤ کا کچھ سامان
ہو جاتا۔ پولیس کو مطمئن کرنے کا معاملہ البتہ مختلف تھا۔ ہنری میسرز
بڑے باپ کا بیٹا تھا۔ وہ مشکوک ہونے کے باوجود وکیلوں کی فوج
کی مدد سے شاید بچ نکلتا۔

کوئی بھی چیز میری موافقت میں نہیں رہی تھی۔ چار دن
پہلے موٹی موٹی کتابوں سے رنگ کر باہر آنے والی ایک وکیل لڑکی
میرے ساتھ تھی۔۔۔ اور بس۔

ایک موبوم سی امیڈ کے سہارے میں نے گاڑی کا رخ
’فل مون‘ کی طرف موڑ دیا۔ گزشتہ روز اس بھوٹی سی تفریح گاہ سے
ہی گویا معاملے کا آغاز ہوا تھا۔ میں جیب سے لاس اینجلس آیا
تھا اس تفریح گاہ میں میری آمدورفت رہی تھی۔ اس کے مالک
ایس فیئر سے میری تھوڑی بہت شناسائی بھی تھی۔

ہم اندرون شہر کے پیرجوم ٹریفک میں پھنچے تو تعاقب کرنے
والی گاڑی ہمارے نزدیک آگئی۔ میں تیزی سے گاڑی کو ادھر ادھر
تنگ سڑکوں پر موڑ رہا تھا۔ بالآخر میں نے فل مون کے سامنے
پہنچ کر گاڑی روک دی تعاقب میں آنے والی گاڑی کی ہیڈ لائٹس
بھی آف ہو گئیں۔

جو زفین نے اس کلب کو باہر سے ہی دیکھ کر ناک بھوں
چڑھائی۔ میں نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا: ”تم نے خود ہی میرے
ساتھ آنے پر اصرار کیا تھا اور میں نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ میں نہیں
بہت ہی اعلیٰ جگہوں پر لے جاؤں گا۔ ویسے تم اگر تھوڑا سا تحمل
سے کام لو تو یہاں تمہیں بہت سے مکمل مل جائیں گے۔ پریکٹس
اچھی چل نکلے گی کیونکہ یہاں زیادہ تر ایسے ہی لوگ آتے ہیں جنہیں
قدم قدم پر قانونی مدد کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔“
وہ بدستور ناک بھوں چڑھائے میرے ساتھ اندر پہنچی۔

لال نیلے جالے صاف کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ بارہ نمبر کے بوٹ
کی ٹھوکریں پسلیوں پر پڑی اور بچت ہو گیا۔ ان دونوں کے چہرے
مجھے چھت کے قریب تیرتے ہوئے نظر آئے۔

”یہ نمونہ تمہیں صرف یہ یقین دلانے کے لیے پیش کیا گیا ہے
کہ ہم خالی خولی دھمکیاں نہیں دیتے“ ڈیوڈ بولا۔ میں نے بھاری
جبروں والے کپاؤں پیچھے ہٹاتے دیکھا۔ وہ دوسری ٹھوکریں مارنے
لگا تھا مگر ڈیوڈ نے اسے روک دیا۔ ”نہیں، ہمیں سٹراسکاٹ
.... کو کم از کم آدھی رات تک کے لیے آمدورفت کے قابل چھوڑنا
ہے۔ اب انہیں باہر پہنچا دو۔“

میری آنکھوں کے سامنے سے دھند چھٹنے لگی تھی۔ بھاری
جبروں والے نے ایک جھٹکے سے مجھے اٹھا کر کھڑا کیا اور دروازے
کی طرف چل دیا۔ میں کپٹی سہلاتا اور لڑکھڑاتا ہوا اس کے پیچھے
چل دیا۔ اب جوانی کا رروائی کی کوشش کرنا دوبارہ، شد و مد سے
اپنی شامت کو آواز دینے والی بات تھی کیونکہ بھاری جبروں والا
اس چار دیواری میں یقیناً تنہا نہیں تھا۔ اس نے مجھے ڈانٹنگ
روم میں دھکیل کر دروازہ بند کر لیا۔

میں بار کے کاؤنٹر پر پہنچا۔ وہاں اب تک بہت سے
گاہک آچکے تھے اور میرے علاوہ غالباً ہر ایک وہاں لطف اندوز
ہو رہا تھا۔ مس جو زفین فیرک اس ماحول میں اجنبی اجنبی سی دکھائی
دے رہی تھی۔ اس کا ماریٹی کا گلاس اس کے سامنے جوں کانوں
رکھا تھا۔ وہ میں نے اٹھا کر حلق میں اندر لے لیا۔ میں ابھی مزید پی سکتا
تھا لیکن میں اپنے متوقع قاتلوں کی آمدنی میں اضافہ کرنا ہرگز نہیں
چاہتا تھا۔

”آؤ... بھڑیلوں کی اس کچھارے سے نکل چلیں“ میں نے
جو زفین سے کہا اور اسے ساتھ لے کر دروازے کی طرف چل دیا۔
گاڑی میں بیٹھ کر میں نے اسٹیرنگ وکیل سنبھالا تو جو زفین
چونکتے ہوئے بولی: ”تمہارا سرتو زخمی معلوم ہو رہا ہے۔“

”سرتو ٹھیک ہو جائے گا بشرطیکہ زندہ رہنے کی مہلت ملی۔“
میں نے غصیلے لہجے میں کہا اور چند منٹ اسے الجھن میں ہی
بٹلارہنے دیا۔ کلب سے کافی دور نکل آنے کے بعد میں نے اسے
وہ سب کچھ بتایا جو میرے علم میں آیا تھا۔

”یہ سارا کھیل ہی ڈبل کر اس کا ہے“ میں نے تلخی سے کہا۔
”ہنری میسرز نے اقرار نامے چوری کرانے کے لیے کٹ کو پھانسا
اور پھر اسے قتل کر دیا۔ مجھے اس اپارٹمنٹ میں لے جا کر اس نے اس
قتل کے الزام میں پھلسوانے کا پورا پورا بندوبست کر دیا۔ بس ساری
گرہ بڑی ہوئی کہ میں لاش سمیت پکڑے جانے سے پہلے وہاں سے
نکل آیا“ پھر میں نے اسے بتایا کہ ڈیوڈ لائٹ نے مجھے آدھی رات

بار کے کاؤنٹر پر پہنچ کر میں نے بورڈن کا آرڈر دیا اور ایس فیس سے جو زفین کا تعارف کرتے ہوئے کہا: ”یہ میری وکیل ہیں۔“
ایس محض ہنکارا بھر کر رہ گیا اور ہمارے لیے ڈرنکس تیار کرنے لگا۔ میں نے سرسری سے لہجے میں کہا: ”تم نے ہنری میئرز کو تو نہیں دیکھا؟ وہی دہلا پٹلا سائینک والا نوجوان جو کل شام میرے ساتھ تھا؟“

ایس، جو زفین پر نظر جماتے ہوئے بولا: ”میں جب آج دو بجے یہاں آیا تو ہنری یہیں موجود تھا۔“

میں نے اپنی قسمت کو کوسا کر کٹ کے اپنا منٹ سے نکلنے کے بعد میں سیدھا یہیں کیوں نہیں آگیا میں نے ڈرنکس کی ادائیگی کی تو ایس باقی رقم میرے سامنے رکھتے ہوئے بولا: ”ہنری کچھ دیر یہاں رہا تھا۔ بیٹریس شاید تمہیں اس کے بارے میں بتا سکے۔“ اس نے ایک لڑکی کی طرف اشارہ کیا جو ایک کونے میں میز پر بیٹھی سگریٹ کے کش لے رہی تھی، وہ چلتی پھرتی سی لڑکی تھی، کلب کو بہت فائدہ پہنچاتی تھی۔

میں جو زفین سے معذرت کر کے بیٹریس کے پاس پہنچا، پہلے مجھے ایک نئی سگریٹ اس کی خدمت میں پیش کرنی پڑی۔ ایک طویل کش لے کر وہ آنکھ مارتے ہوئے بولی: ”یہ تمہارے ساتھ لڑکی کون ہے۔ بے چاری بہت معزز نظر آنے کی کوشش کر رہی ہے۔“

”وہ واقعی معزز ہے۔ میری وکیل ہے۔ اس سے زیادہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔“ میں نے تیزی سے کہا: ”تمہیں ہنری میئرز کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟“ سنا ہے کہ وہ آج سہ پہر تمہارے ساتھ تھا؟“

اس نے خاما وقت ضائع کرنے اور بہت سادھواں میرے چہرے پر پھینکنے کے بعد صرف اتنا بتایا: ”وہ یہاں کافی ڈرنکس پی گیا۔ کچھ پریشان یا شاید خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اگر تم یہاں آؤ تو تمہیں پیغام دے دیا جائے کہ اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرو۔“ لیکن اس نے یہ نہیں بتایا کہ کہاں ملے گا۔“

بیٹریس سے جان چھڑا کر میں جو زفین کے ساتھ کلب سے نکل آیا۔ میری الجھن مزید بڑھ گئی، اگر ہنری نے مجھے قتل کے الزام میں پھنسانے کی کوشش کی تھی تو پھر وہ مجھ سے ملنے کا خواہشمند کیونکر ہو گیا تھا؟

”ٹیلیفون پر لعنت بھیجو،“ میں نے جو زفین سے کہا: ”ہم ہنری کے اصل گھر چلتے ہیں جو درحقیقت اس کے باپ کا گھر ہے۔ میں صرف ایک مرتبہ وہاں گیا تھا۔ شاید وہ وہاں موجود ہو۔ اس کے علاوہ کوئی جگہ میری سمجھ میں نہیں آرہی جہاں اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہو۔“

ہم گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے تو دوسری گاڑی ایک بار پھر ہمارے تعاقب میں تھی۔ ہم سست رفتاری سے نیم تاریک گلیوں سے گزرتے رہے۔ ایک تنگ گلی میں ایک بڑا سا ترک کرچھا کھڑا نظر آیا۔ گزرنے کے لیے بہت کم جگہ باقی تھی بلکہ گزرنے کا تقریباً ناممکن ہی نظر آ رہا تھا لیکن میں سنبھل کر چھوٹی سی فوکس وگن کو اس جگہ سے گزار لے گیا۔ اس کوشش میں گاڑی نے دہراہ سے رگڑ بھی کھائی، تعاقب میں آنے والی گاڑی بڑی تھی۔ وہ اس جگہ سے نہیں گزرسکتی تھی۔ میں نے عقب نما آئینے میں اس گاڑی کو تیزی سے رپورس ہوتے دیکھا۔ وہ یقیناً گھوم کر گلی کے دوسرے سرے پر آنا چاہتے تھے لیکن میں نے ادھر جانے کے بجائے گاڑی گلی میں واپس موڑی اور دوبارہ اسی تنگ راستے سے گزاری۔

چند لمبے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ میں انہیں ڈانچ دینے میں کامیاب ہو گیا ہوں میں نے گرمی سانس لے کر مسکراتے ہوئے کہا: ”شکر ہے ان سے پیچھا چھوٹ گیا۔ مجھے کسی کالیوں پیچھے پیچھے آنا بالکل پسند نہیں۔“

بالآخر ہم بیوروے ہنزہ واقع ایک طویل و عریض مکان کے سامنے جا پہنچے جس کے گرد اونچی باڑھ موجود تھی۔ میں نے گرد و پیش کا جائزہ لیتے ہوئے کہا: ”یہی ہے وہ مکان۔۔۔ تم یہیں ٹھہرو، میں اندر جاتا ہوں۔“ اس نے احتجاج کرنے کی کوشش کی تو میں نے کہا: ”اب تم ایک ابھی ساتھی ثابت ہوئی ہو۔ اب اپنا ریکارڈ خراب مت کرو ورنہ بھی لڑائی بھڑائی میں تم کسی کام نہیں آسکو گی۔“

”لڑائی بھڑائی؟“ اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔
”ظاہر ہے اگر ہنری شرافت سے میرے ساتھ نہ آیا اور اس نے چند سوالوں کے جواب نہ دیے تو لڑائی بھڑائی تو ہو گی۔ میں اسے گھسیٹ کر لاؤں گا اور ڈیوڈ لٹ کے سامنے پیش کروں گا۔“ میں نے تیز لہجے میں کہا: ”تم پندرہ منٹ انتظار کرنا۔ اگر میں پندرہ منٹ میں واپس نہ آیا تو تم بھاگ جانا اور سمجھ لینا کہ میری واپسی شاید ممکن ہی نہ ہو سکے۔“

گلی کی مدد میں روشنی میں میں نے جو زفین کے چہرے کی رنگت متغیر ہوتی محسوس کی لیکن اس کے ہونٹ بچنے رہے، میں کار سے اترا تو وہ قدرے مرتعش لہجے میں بولی: ”اگر تم واپس آتے دکھائی نہ دیے تو کہا میں پولیس کو بلاؤں؟“

”یہ فیصلہ خود ہی کرنا کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے،“ میں نے مکان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اس نے زیر لب گڈ لک کہا۔

مکان کے گیٹ پر کوئی نہیں تھا۔ میں آسانی سے اندر چلا گیا۔ کئی کمروں کی کھڑکیاں روشن نظر آرہی تھیں۔ اس کا مطلب تھا گھر پر کوئی نہ کوئی ضرور موجود تھا۔ میرے دل سے اب خوف نکل گیا تھا۔ موت ہر حال میں میرے تعاقب میں تھی۔ پولیس کے ہتھے چڑھنے

کی صورت میں میری منزل گیس چیمبر ہوتی اور ڈیوڈ کے گروں کے ستے
بڑھنے کی صورت میں غالباً خوب پٹائی اور پھر کھوپڑی میں گولی
میرا مقدر ہوتی۔

میں نے خاصی برہمی کے سے عالم میں دروازے پر دستک
دی۔ چند لمحے بعد دروازہ کھلا اور چھوٹی چھوٹی ٹانگوں والا ایک گٹھا
ہو اس آدمی دھندلی روشنی میں کھڑا نظر آیا۔

”جی۔۔ کیا بات ہے؟“ لہجہ غیر امریکی تھا۔

”مجھے ہنری میوز سے بات کرنی ہے“ میں نے کہا۔

”ویری سوری!“ اس نے صرف اتنا کہا اور کوئی وضاحت
کیے بغیر دروازہ بند کرنے لگا۔ میں اب اس سلوک کے لیے تیار نہیں
تھا۔ فٹ بال والی تکنیک استعمال کرتے ہوئے میں نے سر قریب سے
جھکایا اور پھر سے ہوئے ساند کی طرح اندر گھستا چلا گیا۔ اس شخص
کو میں نے ایک طرف دھکیل دیا تھا۔ ہال میں پہنچ کر میں اپنے
دفاع کے لیے مڑا۔

میں نے دیکھا کہ وہ شخص دروازہ بند کر کے نہایت اطمینان
سے مڑ رہا تھا۔ اس کا تعلق مشرق بعید کے کسی ملک سے معلوم ہوتا
تھا۔ وہ چینی یا جاپانی یا تھائی، کوئی بھی ہو سکتا تھا۔ اس کا سرمند ہوا
تھا اور دھندلی روشنی میں بھی چمک رہا تھا۔ پھرتی سے قدم اٹھاتا ہوا
وہ کمرے کے وسط میں آیا اور تھکل سے بولا: ”میں نے کمانا کہ ماسٹر
ہنری میوز اس وقت گھر پر نہیں ہیں۔“

اسی لمحے دروازے کے عقب سے ہنری کی مدہم سی آواز سنائی
دی: ”اسکاٹ۔۔ کیا یہ تم ہو؟“

”ہاں۔ یہ میں ہی ہوں“ میں نے براؤز بلند کر کے کہا: ”ذرا باہر آؤ۔
مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔“

ہنری کی بات سننے کے باوجود گننے کے تاثرات میں کوئی تبدیلی
نہ آئی اور وہ اس دروازے سے چپک کر کھڑا ہو گیا جس کے عقب سے
ہنری کی آواز سنائی دی تھی۔ میں اس پر جھپٹا اور اس کی کلائی پکڑ کر اسے
ایک طرف کھینچنا چاہا لیکن عجیب بات یہ ہوئی کہ اس کی کلائی میرے
ہاتھ میں آنے کے بجائے میری کلائی اس کے ہاتھ میں چلی گئی اور دوسرے
ہی لمحے میں نے اپنے آپ کو ہوا میں بلند ہوتے محسوس کیا۔ دیواریں اور
چھت میری نظروں کے سامنے سے گزرتی چلی گئیں۔ میں کمرے بل بُری
طرح ایک دیوار سے ٹکرایا اور ہتھیر کی طرح دھپ سے فرش پر آگرا میری
سانس گویا سینے میں ہی اٹک گئی تھی اور رینگنے کی ہڈی جیسے ٹکڑے ٹکڑے
ہو گئی تھی۔

میں نے لڑھک کر اس جگہ سے کچھ دور ہٹ جانا چاہا لیکن اس
میں بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ گننا مشرقی میرے اوپر جھک رہا تھا۔ اس
کی ٹانگیں پھیل ہوئی تھیں بازو ہوا میں بلند تھا اور اس کا ہاتھ کسی کھارٹی

کے پھل کی طرح پھیلا ہوا تھا، ایک بمبائیک چیمبر کے ساتھ وہ میری
کھوپڑی پر کرائے کا وار کرنے ہی لگا تھا کہ ہنری نے دروازہ کھوڑا
سا کھول کر جھانکا اور چلا آیا: ”نہیں جن! نہیں۔۔۔ رک جاؤ۔“

جن کا ہاتھ ہوا میں ہی رک گیا۔ اس نے مڑ کر دیکھا اور دھیرے
دھیرے ہاتھ نیچے کر لیا۔ اس کی آنکھوں میں لپکتا ہوا شعلہ معدوم ہو
گیا۔ دروازہ دوبارہ بند ہو گیا اور ہنری کا چہرہ بھی غائب ہو گیا۔
کالج کے زمانے میں ٹھوڑی بہت جہوش تو اور جوڈو وغیرہ
میں نے بھی سیکھی تھی لیکن وہ گنجائش کم از کم بلیک بیلٹ ضرور تھا۔ میں
نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن گر پڑا۔ گینا اب بھی فرشتہ اجل کی طرح
میرے سر پر کھڑا تھا۔ یہ تصویر میری نظر میں دھندلائی اور اس کی جگہ
ایک اور تصویر ابھر آئی۔

میں نے اپنی جگہ سنہرے بالوں والی ایک لڑکی کو ترچھی حالت
میں ساکت پڑے دیکھا۔ اگرچہ اس وقت بھی اپنا وار کرنے میں
کامیاب ہو جاتا تو یہاں میری لاش بھی اسی طرح پڑی ہوتی جس
طرح کٹ کے اپنا ٹمنٹ میں اس کی لاش پڑی تھی۔

ایک میز کا سہارا لے کر بالآخر میں اٹھنے میں کامیاب ہو گیا۔
پکڑے جھاڑو میں نے اپنا ہیٹ اٹھا کر سر پر رکھا۔ اس دوران جن
نے دوبارہ مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔

حواس قدست ہونے پر میں نے کہا: ”تم جیت گئے تمہارا
کننا درست ہے کہ ہنری گھر پر نہیں ہے میں نے جو آواز سنی تھی
وہ کسی آوارہ آلو کی تھی۔“

جن نے بڑی طمانیت سے جھپک کر مجھے تعظیم دی اور آگے بڑھ
کر میرے لیے دروازہ کھول دیا۔ باہر ملگیا اندھیرا میرا منتظر تھا۔
اب میرے سامنے کوئی جگہ نہیں تھی جہاں میں جاسکتا۔ میرے
ترکش کا آخری تیر بھی ضائع ہو چکا تھا۔ مجھے اب معلوم ہو چکا تھا کہ
کٹ بنٹلے کو کس نے قتل کیا تھا لیکن اس سلسلے میں میں کچھ نہیں کر سکتا
تھا۔ غصے کا لاوا ابے بسی سے میرے اندر ہی اندر جمع ہو رہا تھا۔

میں نے جن کی طرف مڑتے ہوئے کہا: ”تمہارا طریقہ قتل نہایت
عمدہ ہے دوست۔ نہ کہیں خون کا دھبہ۔۔۔ نہ زیادہ چیخ و پکار۔“
برآمدے کی بیڑھیاں اترنے کے بعد بھی میرا غصہ برقرار رہا۔
مجھے گویا اس بات کی کوئی پروا نہیں رہی تھی کہ میری زبان سے کیا
نکل رہا تھا۔ میں نے ایک بار پھر مڑتے ہوئے کہا: ”اس آوارہ آلو
کو بتا دینا کہ مجھے ان افراد ناموں کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو چکا
ہے جو اس نے کٹ بنٹلے کے ذریعے چوری کرائے تھے۔ میں جب
پولیس کو قتل کی اس وجہ کے بارے میں بتاؤں گا اور پوسٹ مارٹم کی
رپورٹ سے پتا چلے گا کہ کٹ کی موت کرائے کے وار سے ہوئی ہے تو
ان کے لیے کڑیاں جوڑنا خاصا آسان ہو جائے گا۔“

میں نے گاڑی 'لائف لائن' کی طرف موڑ لی۔ جوزفین نے اس بار احتجاج نہیں کیا۔ اس بار اس نے چند لمحے بعد مجھے مطلع کیا کہ ایک کار ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔

”کیا ڈیوڈ کے گروگوں کی کار ہے؟“ میں نے پوچھا۔
”نہیں۔ یہ کوئی دوسری کار معلوم ہوتی ہے۔ شاید پچیلے سرئی رنگ کی اسپورٹس کار ہے۔“

پچیلے سرئی رنگ کی اسپورٹس کار ہنری میئرز کے پاس تھی۔ میں نے اچانک رفتار کم کر کے مڑ کر دیکھا۔ کار تو ہنری ہی کی معلوم ہوتی تھی۔ جوزفین نے مجھے مطلع کیا کہ اس میں دو آدمی تھے۔ جن کی زبانی میں نے جو دھمکی ہنری تک پہنچائی تھی شاید وہ کام کر گئی تھی لیکن ہنری ابھی زیادہ بدحواس نہیں ہوا تھا اس لیے ابھی اس نے الجھنے کی کوشش نہیں کی تھی، صرف میری نگرانی کر رہا تھا۔ جن بھی اس کے ساتھ تھا۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ جوزفین کا انجام بھی کٹ جیسا ہو اس لیے سوچ رہا تھا کہ کسی محفوظ مقام پر اسے گاڑی سے اتار دوں تاکہ وہ ٹیکسی لے کر گھر چل جائے اور آرام سے اپنی قانون کی کتابوں میں پناہ لے سکے۔ اب میرے گردین اطراف سے شکنجہ تنگ ہو رہا تھا۔ پولیس اور ڈیوڈ کے گروگے تو پہلے ہی میرے پیچھے لگے ہوئے تھے، اب جن بھی آگیا تھا۔ میرے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ ناک کی سیدھ میں چلتا رہوں۔

میرے ذہن میں ایک تدبیر آئی۔ تدبیر بھی کیا، پس ایک دھندلا سا خیال تھا۔ جزئیات پر غور کرنے کا میرے پاس وقت نہیں تھا۔ ایک شاہنگ سینٹر کے سامنے پہنچ کر اچانک میں نے گاڑی روک دی۔ جوزفین نے پیچھے دیکھتے ہوئے مجھے رپوڈٹ دی: ”اسپورٹس کار بھی پیچھے لگی کے دوسری طرف رک گئی ہے۔“

میں جوزفین کا ہاتھ تھام کر گاڑی سے اترا اور اسے ساتھ لیے ایک ڈرگ اسٹور میں چلا گیا۔ ڈرگ اسٹور میں اسے ایک طرف کھڑا کر کے میں خود ایک ٹیلی فون بونٹھ میں گھس گیا۔ چند منٹ بعد واپس آکر میں نے جوزفین کو بتایا: ”میں نے ڈیوڈ لاٹ کو فون کیا تھا۔ میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ جن اقرارناموں کی اسے تلاش ہے وہ میرے قبضے میں آچکے ہیں لیکن وہ میں لائف لائن کلب میں اس کے حوالے کروں گا۔“

”تمہارے خیال میں کیا یہ بہت عقلمندانہ قدم اٹھایا ہے تم نے؟“ وہ پھر چھری سی لے کر ناگواری سے بولی۔

”آج کے دن یہ کوئی میری پہلی حماقت نہیں ہے۔ جہاں سارا دن ہی حماقتیں کرتے گزر رہے وہاں ایک حماقت اور سی۔“ پھر میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا: ”اور اس کے ساتھ ہی

میری اس تقریر نے جن کے سکون میں کوئی فرق نہ ڈالا۔ نہایت اطمینان سے پیچھے ہٹ کر اس نے دروازہ بند کیا پھر کمرے کی تکی بچھ گئی۔ باہر جانے وقت میں سوچ رہا تھا کہ میری دھمکی سن کر اگر ہنری گھبرا جاتا تو بات دوسری بھی ورنہ میری دھمکی میں کوئی وزن نہیں تھا۔ ڈیوڈ لاٹ تسلیم ہی نہ کرتا کہ اس کے پاس ہنری سے لکھوائے ہوئے اقرارنامے موجود تھے بلکہ شاید وہ یہی تسلیم نہ کرتا کہ وہ کسی ہنری میئرز کو جانتا ہے۔

جوزفین کار کی بند کھڑکی کے شیشے سے منہ لگائے بیٹھی تھی۔ مجھے آتے دیکھ کر اس نے شیشہ نیچے اتارا اور سکون کی سانس لیتے ہوئے بولی: ”خدا کا شکر ہے کہ تم خیریت سے واپس آ گئے۔ وقت تو پندرہ منٹ سے زیادہ گزر چکا تھا لیکن مجھے امید تھی کہ تم ضرور آ جاؤ گے۔“

”اصل میں تو میری انا زخمی ہوئی ہے۔“ میں نے کراہ کر کہا۔
”مجھے اب بھاری کوئی امید نظر نہیں آرہی۔“

”تمہیں اس طرح منہ اٹھا کر اندر جانا ہی نہیں چاہیے تھا۔ وہ بولی: ”ہمیں اس معاملے کو قانونی طریقے سے حل کرنا چاہیے تھا۔ پولیس کے پاس جانا چاہیے تھا۔“ اس پر ایک بار پھر وکالت کی نوآموزی کا دورہ پڑا تھا لیکن اس بار مجھے غصہ نہیں آیا۔ میرا ذہن دوسرے سوالات میں الجھا ہوا تھا۔

ہنری نے میرے لیے پیغام چھوڑا تھا کہ میں اس سے ملنے کی کوشش کروں لیکن جب میں اس سے ملنے گیا تو وہ سامنے تنگ نہیں آیا۔ آخر کبوں؟ آواز دینے کے باوجود اس نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کیوں کی کہ وہ گھبر نہیں ہے؟ پھر اس نے جن کو بروقت کرائے کے وار سے روک کر میری جان کیوں بچائی تھی؟ اگر اس نے اپنے اس ملازم کے ہاتھوں سے ایک قتل کر لیا تھا تو پھر دوسرا قتل کراتے ہوئے اسے کون سا خوف لاحق ہو سکتا تھا؟ شاید میں نے اس معاملے کو شروع ہی سے غلط سمجھا تھا۔ غلط طرز عمل اختیار کیا تھا۔

جوزفین کہہ رہی تھی: ”تم بس ایک جگہ سے دوسری جگہ جا گئے پھر رہے ہو۔ یہ فیصلہ کیسے بغیر کہ درحقیقت تمہیں کس چیز کی تلاش ہے؟“
”خاموش رہو۔ میں کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔“ میں نے ناگواری سے کہا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ میں اس معاملے کے کسی نہ کسی پہلو کو بھول رہا تھا، نظر انداز کر رہا تھا۔ شاید میں جھاڑ جھنکاڑ دار صی اور موٹی توند والے اس گوریلا نما شخص کو بھول رہا تھا جس سے لائف لائن نامی کلب میں میرا جھگڑا ہوا تھا۔

میں نے گھڑی دیکھی۔ ڈیوڈ لاٹ کی دی ہوئی مہلت میں سے صرف آدھا گھنٹا باقی رہ گیا تھا۔ ایک موہوم سی امید کے سہارے

تمہارا کام بھی ختم ہو گیا وکیل خاتون۔ اب لڑائی جھگڑا شروع ہونے والا ہے۔ یہ چیز تمہاری افتادِ طبع کے خلاف ہوگی اس لیے بہتر ہے کہ تم ٹیکسی کر کے گھر چلی جاؤ اور اپنے آپ کو عدالتی لڑائیوں تک ہی محدود رکھو۔“

لیکن وہ گویا سنی ان سنی کر کے فوکس و گین میں بیٹھ گئی۔ میں نے اس کے برابر بیٹھتے ہوئے کہا: ”بے وقوف مت بنو۔“

”حیرت ہے! بے وقوف بھی دوسروں کو بے وقوف کہتے ہیں۔“ وہ منہ بنا کر بولی۔ میں نے سخت نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تو یکدم اس کی آنکھوں میں آنچوں کی طرح نمی پھلک آئی۔ وہ بھڑائی ہوئی آواز میں بولی: ”یہ میرا پہلا کیس تھا۔ میں اس سے کیسے دست بردار ہو سکتی ہوں۔ ابھی تو میں نے عدالت میں چالان تک پیش نہیں کیا۔“

میں اسے سمجھانے کے لیے اس کی طرف جھکا تو وہ منہ پھیرتے ہوئے بولی: ”یہ مت سمجھنا کہ میں تم سے متاثر ہو کر گلے کا ہار ہوئی جا رہی ہوں۔ میں نے تو پریکٹس شروع کرنے سے پہلے ہی دل میں عہد کر لیا تھا کہ اپنے آپ کو کسی کلائنٹ سے متاثر نہیں ہونے دوں گی خواہ اس کے بال سنہرے ہوں... خواہ وہ کتنا ہی دراز قد اور وحشیہ ہو... اور خواہ وہ اقل درجے کا احمق بھی ہو۔“

میں بے بسی سے ہاتھ مل کر رہ گیا۔ ظاہر ہے میں اور کر بھی کیا سکتا تھا؟ اگر میں ایک بھری پری پارکنگ لاٹ میں زبردستی ایک عورت کو گاڑی سے اتارنے کی کوشش کرتا تو میری مشکل میں اضافہ ہی ہو سکتا تھا، کمی نہیں۔ میں نے کارڈ اشارٹ کی اور ایک بار پھر ہمارا سفر شروع ہو گیا۔ جیگوار اب بھی ہمارے تعاقب میں تھی۔

شہر کے معروف علاقے سے نکل کر ہم پہاڑی راستے پر آ پہنچے جس کے ایک طرف گہرائی تھی۔ یہاں اچانک ہی جیگوار نے ہمیں اور ٹیک کیا اور پھر یکدم ہی ترچھی ہو کر ہمارے سامنے رک گئی۔ میرے حواس نے میرا ساتھ دیا اور میں نے اضطراری طور پر اسٹیرنگ گھمانے کی کوشش نہیں کی ورنہ ہماری کار جھیکا توڑتی ہوئی نشیب میں جا گرتی۔ اس کے بجائے میں نے پوری قوت سے بریک لگائے اور کچھوٹا نا کار اپنی جگہ پر جام ہو گئی۔ اس کا اگلا پیر جیگوار سے مس ہو رہا تھا۔ شکر ہے اس وقت ہمارے پیچھے ٹریفک نہیں تھا ورنہ معلوم نہیں کتنی کاریں ایک دوسرے سے ٹکرائی ہوتیں۔

کیشنگی کے اس لمے میں مجھے جیگوار کی کھڑکی کے نشیٹے پر لٹکا ہوا ہنری میز کا چہرہ نظر آیا۔ اس کا رنگ فق تھا اور آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔ گاڑی وہ ڈرائیو نہیں کر رہا تھا۔ وہ پسینہ جریڈیٹ پر تھا۔ دوسرے ہی لمے جیگوار کا انجن گر جا اور وہ زناٹے سے

آگے بڑھتی چلی گئی۔

میں نے بھی ایک طویل سانس لے کر گاڑی کو آگے بڑھا دیا اور دہشت زدہ جوزفین کا کندھا تھپکتے ہوئے کہا: ”گھبراؤ مت۔ انہوں نے ہمیں نشیب میں ہی تو گرانے کی کوشش کی تھی اس میں اتنی پریشانی کی کیا بات ہے۔ بالآخر گاڑی کو کاٹ پیٹ کر ہماری لاشیں تو نکال ہی لی جائیں۔“

میں نے گاڑی کو ہائی اسپید والی لین میں ڈالا اور چند لمے بعد گاڑی ہوا سے بانیں کرنے لگی۔ کچھ دیر میں ہم نے جیگوار کو پیچھے چھوڑ دیا اور اس دوران تصدیق ہو گئی کہ اسے چن ہی چلا رہا تھا۔ ہماری گاڑی رفتار کے معاملے میں جیگوار کو شکست نہیں دے سکتی تھی لیکن چن نے خود ہی آگے نکلنے کی کوشش نہیں کی۔ میں نے رفتار کم کر دی۔ میں چاہتا تھا کہ وہ لائف لائن تک ہمارے تعاقب میں آئیں۔

لیکن جب میں نے لائف لائن کے سامنے گاڑی روکی تو عقب میں جیگوار کا کین دور دور تک پتا نہیں تھا۔ لائف لائن کی عمارت کسی بڑے جھونپڑے سے مشابہ تھی۔ میں گاڑی اس کی بجلی پارکنگ لاٹ میں لے گیا۔

”میں تمہیں یہیں چھوڑ جاتا لیکن تمہارا یہاں رکنا زیادہ خطرناک ہوگا۔“ میں نے کہا۔

”زیادہ محافظ قسم کے مرد بننے کی کوشش مت کرو۔“ وہ منہ بنا کر بولی۔ ”میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ ذرا اپنا حلیہ درست کر لوں۔ جب سے تم مجھے ساتھ بھگائے پھر رہے ہو، تب سے مجھے تو اپنے میں اپنی صورت بھی دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ پانچ گھنٹے جیسی شکل ہو رہی ہوگی میری۔“

وہ اپنا بیگ کھول کر اطمینان سے ہلکا سا مہک اپ کرنے لگی اور میں حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔ کچھ دیر پہلے تک وہ ہر قدم پر دہشت سے مری جا رہی تھی لیکن اب جب کہ میں سب سے خطرناک اور فیصلہ کن مرحلے کی طرف جا رہا تھا تو وہ نہایت اطمینان اور بے خونی سے بلکین سنو کر میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار تھی۔

وہ تیار ہو چکی تو میں نے چند سکنے نکالے اور اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا: ”یہاں داخلے کے دروازے کے قریب ہی ایک پبلک کال آفس ہے۔ میں چاہتا ہوں تم پولیس کو فون کر کے اطلاع دے دو کہ تم اپنے کلائنٹ اسکاٹ یئرڈ کو ان کے حوالے کرنا چاہتی ہو۔ ان سے کہنا کہ جلد از جلد یہاں پہنچ جائیں بلکہ ہو سکے تو ہنگاموں سے منٹن والا کوئی اسکو ڈائے۔“

میں نے جوزفین کو دروازے کے قریب چھوڑا اور خود ایک مرکزی میز کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ماحول ہمیشہ جیسا ہی تھا۔ کم روشنی،

”ہاں“ جوزفین نے جواب دیا۔ پھر میں نے ڈیوڈ لاٹ اور اس کے گھر کے کوئی کچھ بھی لیا۔ وہ ہماری میز کے دوسری طرف ایک بوتھ میں آن بیٹھے۔ اب میرے دائیں طرف ایک دشمن پارٹی تھی اور بائیں طرف دوسری۔ اسٹیج پر ایک ریکارڈ کی دھن پر تین مجسٹروں کی تمثیل جاری تھی۔

میں نے کن آنکھوں سے ڈیوڈ لاٹ اور اس کے گھر کے طرف دیکھا۔ ان کی نظریں ہم پر جمی ہوئیں تھیں۔ میں نے گھڑی دیکھ کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ جوزفین کو پولیس سے بات کہے کتنی دیر گزر چکی ہے۔

میں نے مزید ایک منٹ انتظار کیا پھر میز کے نیچے جوزفین کا ہاتھ دیا۔ اسے بھی معلوم نہیں تھا کہ میں کیا کرنے والا ہوں لیکن اس نے گویا میری ہمت بندھانے کے لیے جواباً میرا ہاتھ دیا۔ اندر ہی اندر میرا اعصابی تناؤ عروج پر پہنچ رہا تھا۔ میں بار بار کہن کے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دروازہ کھلا تھا مگر کوئی اس سے باہر آتا یا اندر جاتا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ منظوم تمثیل میں بھی خاموشی کا وقفہ آچکا تھا۔

بالآخر میں اچھل کر اٹھ کھڑا ہوا اور دیوانوں کی طرح چلا یا۔ ”اُوئے موئے۔۔۔ بن مانس کے بچے۔۔۔ بد معاش۔۔۔ جعلی انقلابی۔۔۔ باہر آؤ۔۔۔ کیونسٹ کے بچے۔۔۔ ذرا اپنی شکل دکھاؤ۔“

ہال کا ساٹھا گرا ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ بن مانس نما شخص یوں اندرونی دروازے پر نمودار ہوا جیسے زمانہ قبل از تاریخ کا کوئی انسان غار سے باہر آ رہا ہو۔ اس نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے ہال کا جائزہ لیا۔

جوزفین اچھل کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں نے اسے پیچھے کھینچ لیا اور میز پر رکھی ہوئی شراب کی بوتل اٹھا کر میز ہی کے کنارے پر مار کر توڑی۔ ڈیوڈ اور اس کا گھر کا اٹھ کر اپنے بوتھ سے باہر آ رہے تھے۔ میرے ہاتھ میں ٹوٹی ہوئی بوتل ہتھیار کے طور پر موجود تھی اور اس کی بہت سی خطرناک نوکیں دھیمی روشنی میں جھللا رہی تھیں۔ دوسری طرف سے آہٹ سن کر میں اچھل کر ادھر بھاگا۔ دوسرے کین سے چن نکل کر تیزی سے میری طرف آ رہا تھا۔ میں نے ایک کرسی اٹھا کر اس پر بھینکی لیکن وہ جھکائی دے کر اس سے بچ گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ میرے قریب آ پہنچا۔ اس کا ہاتھ وہی وار کرنے کے لیے ہوا میں بلند ہوا جس کا نتیجہ موت ہوا کرتا تھا۔

لیکن اسی لمحے ایک چھوٹا سا رپوڈ ڈیوڈ لاٹ کے ہاتھ میں نمودار ہوا۔ نہایت معمولی آواز کے ساتھ فائر ہوا اور چن اوہدھے منہ میرے پیروں کے قریب ڈھیر ہو گیا۔ ڈیوڈ نے میری جان صرف اس لیے بچائی تھی کہ اپنی راست میں ابھی اسے مجھ سے اقرار نامے

ہوا میں دھوئیں کے مرغوعے، مختلف قسم کے خوشبوئیں اور بدبوئیں دونوں طرف دیواروں کے ساتھ بوتھ تھے جن میں سے بیشتر میں لوگ موجود تھے۔ درمیان میں میزوں کی قطار تھی جن پر موم بتیاں روشن تھیں یہاں موجود بیشتر لوگ کرسیوں پر بیٹھنے کے بجائے نیم دراز سے رہتے تھے اور ادھ کھلی ممنور سی آنکھوں سے دوسروں کی طرف دیکھتے رہتے تھے۔

وسط میں ایک میز پر پہنچ کر میں نے مرکز جوزفین کی طرف دیکھا اور دوسرے ہی لمحے میری دھڑکن تیز ہو گئی۔ دروازہ کھل رہا تھا اور ہنری اور جن اندر آتے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ میری طرف دیکھے بغیر سیدھے آگے بڑھتے چلے گئے اور میری میز کے مقابل ایک بوتھ میں بیٹھ گئے۔ میرے دشمنوں کی مثلث تیار ہونا شروع ہو گئی تھی۔

چند لمحے بعد جوزفین میری میز پر آ گئی۔ اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی تھی۔ میز پر بیٹھنے کے بعد اس نے پہلی بار گرد و پیش کا جائزہ لیا اور یہاں کا ماحول دیکھ کر بھی وہ ناک بھوں چڑھانے بغیر نہ رہ سکی۔

”پولیس سے بات ہو گئی؟“ میں نے نیچی آواز میں پوچھا۔ اس نے نہایت آہستگی سے اثبات میں سر ہلایا پھر پوچھا۔ ”وہ جھگڑا جھگڑاڑھی اور موٹی توند والا تو یہاں نظر نہیں آ رہا نا؟“ ”نہیں“ میں نے تصدیق کی۔ ”وہ اسٹیج کے قریب والا دروازہ کچن کا ہے۔ شاید وہ اندر کہیں ہو۔“

اسٹیج پر ایک ٹیڑھی میز پر مجسٹروں کی شخصیت مزید ٹیڑھی میز پر ہونے کی کوشش کرتے ہوئے ایک انقلابی قسم کا گیت گا رہی تھی بلکہ جس وقت ہم نے اس کی طرف دیکھا، وہ گیت تقریباً ختم کر چکی تھی اور اپنا گٹار سینھال کر اسٹیج سے اتر رہی تھی۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ بارہ بج کر دو منٹ ہو رہے تھے۔ ڈیوڈ لاٹ کی دی ہوئی مہلت ختم ہو چکی تھی۔ مرنے کے لیے میں کسی اچھی جگہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ جوزفین کی طرف دیکھتے ہوئے میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے مسکرانے کی کوشش کی۔

اس دوران مزید تین مجسٹروں کی شخصیتیں اسٹیج پر چڑھ گئیں اور ایک منظوم تمثیل اشاروں کی مدد سے پیش کرنے لگیں ان میں سے ایک مرد تھا اور دو لڑکیاں۔ میں دروازے کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا لیکن جوزفین کو قدرے چونکتے دیکھ کر میں نے پوچھا۔ ”کیا کوئی اندر آیا ہے؟“

”ہاں۔ دو آدمی کلب میں داخل ہوئے ہیں۔ ایک چھوٹے قد کا ہے۔ دوسرا دراز قد اور بھاری بھر کم۔“ جوزفین نے بتایا۔ ”کیا لمبے والے کے جبرے بلڈاگ جیسے ہیں؟“ میں نے پوچھا۔

وصول کرنے نہ تھے۔ اسی دوران انقلابی گورنر بلا میر سے سربراہ آن پہنچا تھا۔ اس نے مجھے اپنے شہر نوابا ز دؤں کی گرفت میں لینے کی کوشش کی۔ میں نے اس سے بچتے ہوئے اس کے اور اپنے درمیان میزالتنے کی کوشش کی لیکن اس نے میز پر مضبوطی سے ہاتھ جاکر میری یہ کوشش ناکام بنا دی۔

چاروں طرف سے کئی دوسری مجسول اور پڑا سراہی شخصیتیں اٹھ کر میری طرف بڑھ رہی تھیں لیکن مجھے صرف موٹے کی فکر تھی۔ اس نے میز درمیان سے نکال پھینک۔ میں نے بھینسے کی طرح سر جھکا کر پوری قوت سے اس کی توند پر ٹکرا سید کی۔ یہ ٹکرا میرے لیے خاصی تسلی بخش رہی۔ موٹا ڈکھڑایا اور میرا سر کانوں تک اس کی توند میں دھنس گیا۔ وہ ڈکھڑایا۔ میں دوسری ٹکرا سید کرنے کے لیے پیچھے ہٹا لیکن یہ ٹکرا سید کرنے کی مجھے حسرت ہی رہ گئی۔ عجیب جلیوں کے بہت سے لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے تھے اور اسی دوران نہ جانے کیا چیز میری کھوپڑی پر ماری گئی کہ میں اپنے ارد گرد مسلسل دھمک سنے ہوئے ڈھیر ہو گیا۔

دوبارہ میرے حواس ٹھکانے آئے تو اپنے گرد ملاحظا شود اور جوزفین کی ملائم آواز سنائی دی۔ پھر آس پاس باوردی سے ہولے حرکت کرتے دکھائی دیے۔ میرا وقت کا تعین کافی حد تک ٹھیک ہی رہا تھا۔ میری تیسری دشمن پارٹی یعنی پولیس بھی بروقت پہنچ گئی تھی۔ میں نے اپنا زخمی سر سہلایا تو جوزفین تاسف سے بولی ”اس جڑیل قسم کی گلوکارہ کی بچی نے اپنا گناہ تمہارے سر پر دے مارا تھا“ میں نے ادھر ادھر دیکھا تو وہ عظیم گلوکارہ مجھے ایک طرف ڈھیر نظر آئی۔ جوزفین نے میری معلومات میں مزید اضافہ کرتے ہوئے کہا ”میں نے بھی ایک خالی بوتل اٹھا کر اس کی کھوپڑی پر دے ماری تھی“

”خوش رہو۔ اللہ ہر ملزم کو تم جیسی وکیل نصیب کرے“ میں نے طمانیت کی گہری سانس لے کر کہا۔

شود کے درمیان مجھے ہنری میز زکی چیخ و پکار سنائی دی۔ وہ چلا چلا کر نہ جانے کے یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کٹ نیٹلے کو میں نے نہیں چننے قتل کیا تھا۔۔۔ جن نے اوپر دوسرے کیونسٹوں نے۔۔۔ وہ میرے لکھے ہوئے اقرار نامے حاصل کرنا چاہتے تھے۔“

”اس سے کہو کہ بکواس بند کرے“ میں نے تھکے تھکے لہجے میں جوزفین سے کہا۔ ”اب تو میں بھی ان سب باتوں کا اندازہ لگا چکا ہوں“

میں نے آنکھیں بند کرنا چاہیں لیکن جوزفین نے مجھے آرام سے لیٹنے نہ دیا۔ اس نے سہارا دے کر مجھے اٹھایا۔ تب میں نے دیکھا کہ جن بدستور اپنی جگہ بے حس و حرکت پڑا تھا۔ ڈیوڈ لاٹ اور

اس کے گڑھے کو پولیس نے حراست میں لے لیا تھا اور ڈیوڈ کو گویا اس حقیقت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

ہنری میز ز ایک سپاہی کی گرفت سے نکل کر میرا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے بولا ”میرا مقصد تمہیں نقصان پہنچانا نہیں تھا۔ میں تو تمہیں اپنی مدد اور حفاظت کے لیے کڑ کے اپارٹمنٹ میں لے گیا تھا۔ جن وہاں پہلے ہی سے کچن میں موجود تھا۔ اسی نے تمہاری ڈرنک میں بے ہوشی کی دواملاتی تھی اور وہی کٹ کو قتل کر کے اقرار نامے اپنے قبضے میں لے چکا تھا۔ میں تمہیں تلاش کر کے سارے معاملے کی وضاحت کرنا چاہتا تھا۔ میں۔۔۔۔“

”بس زیادہ وضاحتوں کی ضرورت نہیں۔“ میں نے اس کا ہاتھ پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا ”میرے لیے ہی پچھتاوا کافی ہے کہ میں نے تمہیں دوست سمجھا تھا۔ تاہم اب مجھے تم سے کوئی شکوہ نہیں۔“

پولیس والے اسے کھینچ کر دور لے گئے۔ وہ چلا چلا کر انہیں بتانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ تو محض تفریحی انقلابیوں کے ساتھ رابطہ مضطر کھے ہوئے تھا لیکن انہوں نے اسے اپنے چنگل میں ہی پھنسا لیا تھا۔ انہوں نے ہی جن کو اس کے گھر میں نوکر رکھوایا تھا اور ہنری کو بلیک میل کرنے کے لیے اس کے جوئے کے اقرار نامے حاصل کیے تھے۔ وہ اس کے باپ کی فیکٹری میں زیر تکمیل کسی سرکاری منصوبے تک بھی رسائی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ پولیس اپنے مطلوبہ آدمیوں کو یا ہر لے جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد کلب کے ٹوٹے پھوٹے سامان کے درمیان صرف میں اور جوزفین کھڑے رہ گئے۔

”مجھے انہوں نے کیوں چھوڑ دیا؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔ ”میں نے لیفٹیننٹ کو اپنے کاغذات دکھائے تھے“ جوزفین اپنی مخصوص کیلوں والی متانت سے بولی ”انہوں نے تمہیں میری نگرانی میں چھوڑا ہے“

”یہ تو انہوں نے بہت عقلمندانہ فیصلہ کیا۔“ میں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا ”میں زندگی بھر تمہاری ہی نگرانی میں رہنا پسند کروں گا بشرطیکہ تم ہر وقت وکیل ہی نہ رہا کرو، کبھی کبھی تھوڑی سی لڑکی بھی بن جایا کرو۔“

”میں کوشش کروں گی۔“ اس نے سنجیدگی سے جواب دیا لیکن اب اس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں شوخی کی چمک تھی جسے وہ چھپانے کی پوری پوری کوشش کر رہی تھی۔



محمد سجاد بھٹی 3045503086 کتابوں کا دیوانہ

THE LADY IS A LAWYER
Leo R. Ellis.